تم میری ہو

از

عائشہ نور محمد

پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

تم میری ہو

عائشہ نور محمد

کتابی شکل: پاکستانی پوائنٹ ڈاٹ کام

پاکستانی پوائنٹ کوئی تجارتی ویب سائٹ نہیں ہے یہاں پر موجود تمام ناولز بالکل مفت ہیں۔ اس مشن کا مقصد صرف اردو ادب کی خدمت کرنا ہے تا کہ وہ لوگ جو وطن سے دور ہیں اور اردو کتب حاصل نہیں کر سکتے، وہ یہاں سے ڈاؤنلوڈ کر لیں۔ اگر آپ اردو لکھنا جانتے ہیں تو آپ بھی روز کا ایک صفحہ کمپوز کر کے اس مشن کا حصہ بن سکتے ہیں۔
مزید معلومات کے لئے، سُپر موڈز : تتلی،صبا گل، ٹیم لیڈر:ایم وائے صائم، مینجمنٹ :وقار سے رابطہ کریں، شکریہ

تم میری ہو

"فبائِ الآء ربکما تکذبن"

"میرے رب مجھے اپنی نعمتوں پر شکر کرنے والا بنا اور میری دعا کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔" ہر بار سورۃ رحمٰن کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت کو پڑھتے ہوئے اس کا دل بے ساختہ دعا کرتا تھا' اس نے قرآن پاک بند کر کے سینے سے لگایا اور اردگرد دیکھنے لگی۔ ابھی سورج نہیں نکلا تھا لیکن اجالا ہوچکا تھا سورج نکلتا بھی تو پتا نہ چلتا کیونکہ دھند بے انتہا تھی۔ یہ دسمبر کا مہینہ اور برف باری کا موسم تھا' یہ کاغان کے ایک گاؤں کا پہاڑی علاقہ تھا یہاں زیادہ تر فارم ہاؤس بنے ہوئے تھے جہاں رونق ہمیشہ گرمیوں میں ہوتی تھی۔ وہ یہاں دو سال پہلے آئی تھی اس پہاڑ کے درمیانی حصے پر اس کے چاچو کا فارم ہاؤس تھا اور کافی بلندی پر صرف ایک گھر تھا' اسی گھر کے باعث یہاں بہت فاصلے تک کوئی گھر آباد نہ تھا کیونکہ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ گھر آسیب زدہ ہے'

جب وہ یہاں آئی تو اس کے آٹھ دن بعد پہلی بار وہ آدھے گھنٹے کی مسافت طے کر کے چوٹی پر آئی تھی اور اب جبکہ اسے یہاں آئے دو سال ہو چکے تھے تو وہ یہ مسافت پانچ منٹ میں بھی طے کر لیتی تھی ان پتھروں پر چلنے کی اسے عادت ہو چکی تھی' وہ دھیرے دھیرے نیچے اترتی رہی لکڑی کی باؤنڈری وال سے اندر آ کر جونہی اس نے گھر کے اندر قدم رکھا ٹھٹک کر رک گئی' اسے امید نہ تھی کہ وہ اٹھ چکے ہوں گے۔

''جانتی ہو آج یہاں درجہ حرارت کیا ریکارڈ کیا گیا ہے؟ مجھے پتا ہے وہ تمہارا پکنک پوائنٹ ہے مگر بندہ ٹائم بھی تو دیکھے۔'' وہ خفا ہوئے۔

''پلیز چاچو... کچھ نہیں ہوتا۔'' بے فکری سے جواب دیتے اس نے چائے کا پانی چولہے پر رکھا۔

''لیکن وہ گھر جانتی ہو ناں اس کے متعلق کیا کیا مشہور ہے۔''

''افوہ' آپ کب سے ان واہیات باتوں پر یقین کرنے لگے۔'' وہ چڑی۔

''یقین کرتا تو تم وہاں کبھی نہیں جاتیں۔'' وہ بھی چڑ کر بولے' تب وہ مسکرائی۔

''آپ بیت اچھے اور نیک انسان ہیں' اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں۔ جانتے ہیں زندگی اور موت اللہ کی طرف سے ہے اور یہ آسیب وغیرہ کچھ نہیں ہوتے۔'' وہ چائے کپوں

میں ڈال کر لے آئی' ان کا کپ ان کے سامنے رکھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف آ گئی اور چائے پیتے ہی سو گئی۔ آٹھ بجے اٹھی اور چاچو کو بھی اٹھایا' ناشتا بنا کے چاچو کے ساتھ ناشتا کر کے وہ صفائی کرنے لگی جبکہ چاچو اپنے کلینک چلے گئے اور صفائی کے بعد وہ اپنی پکنک کی تیاری کرنے لگی اور تھوڑا بہت سامان لے کر وہ واپس اسی جگہ آ گئی جہاں کچھ دیر پہلے آنے کی وجہ سے چاچو نے سوال اٹھایا تھا۔

''کتنا خوب صورت گھر ہے یہ' پتا نہیں آباد کیوں نہیں ہوتا۔'' اس پہاڑ پر اور اس کے اردگرد تقریباً ہزار پندرہ سو لوگ آباد ہوں گے لیکن وہ آبادی نشیب میں تھی یہ پہاڑ آباد نہیں تھا۔ لوگوں کا خیال تھا یہ گھر آسیب زدہ ہے' گاؤں کے لوگوں نے یہاں بڑی عجیب عجیب سی چیزیں دیکھی تھیں اب تو عرصہ گزرا یہاں کوئی آتا بھی نہیں تھا البتہ شہر سے آنے والے ضرور یہاں آتے تھے۔

وہ یہاں دو سال سے تھی مگر اس نے کبھی کچھ نہ دیکھا اور نہ ہی محسوس کیا تھا' یوں بھی وہ ایک پڑھی لکھی باشعور ڈاکٹر تھی' ان چیزوں کے وجود سے انکاری نہیں تھی مگر یہ طے تھا کہ اس گھر میں کوئی آسیب نہیں تھا۔

''بس...'' وہ کتاب پر نظریں جمائے ہوئے تھی موبائل کی آواز پر چونکی۔

"سعدیہ آئی ہے اپنی شادی کا بلاوا دینے تم سے بات کرنا چاہتی ہے۔" اس نے ایک گہرا سانس لیا' سعدیہ چاچو کے کلینک کی نرس تھی۔

"السلام علیکم! سعدیہ کیسی ہو؟"

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں' آپ کیسی ہیں؟"

"فٹ فاٹ۔" وہ مسکرائی۔

"اللہ آپ کو اور فٹ فاٹ رکھے' میں نے آپ کو اس لیے فون کیا ہے کہ میں اپنی شادی کا کارڈ لائی ہوں ڈاکٹر صاحب معذرت کر رہے ہیں لیکن آپ کو آنا ہوگا۔"

"چاچو کیوں منع کر رہے ہیں؟" میں حیران ہوئی۔

"ان کا خیال ہے کہ آدمی کو بارات اور ولیمے میں شرکت کرنی ہوتی ہے' یہ مہندی مایوں وغیرہ لڑکیوں کے لیے ہے۔" سعدیہ ہنسی تو وہ بھی مسکرادی۔

"اوکے' ان شاء اللہ ہم ضرور آئیں گے تمہاری شادی میں' کب ہے شادی؟"

"شادی تو ہفتہ کو ہے لیکن میں بدھ کو مایوں بیٹھ رہی ہوں اور آپ بدھ سے آجائیں۔"

وہ جانتی تھی کہ چاچو نے ہی سعدیہ سے زبردستی اسے بلانے کے لیے کہا ہوگا سعدیہ سے

اس کی کافی دوستی تھی مگر اس طرح اس کے گھر جاکر رہنا اچھا نہ لگ رہا تھا مگر چاچو چاہتے تھے کہ وہ بھی لوگوں کے درمیان رہا کرے' ہر وقت کی تنہائی سے کہیں وہ پاگل نہ ہوجائے' وہ چاہتے تھے کہ وہ روز ان کے ساتھ کلینک آئے مگر وہ اس بات کے لیے قطعی تیار نہ تھی۔

****

"سعدیہ سے آپ نے کیوں نہیں کہا' میں بھی بارات والے دن ہی آؤں گی۔" وہ جونہی گھر میں داخل ہوئے وہ خفگی سے بولی۔

"بھئی وہ ضد کر رہی تھی۔" وہ صوفے پر بیٹھ کر اپنے جوتے اتارنے لگے۔

"چاچو آپ کو پتا تو ہے مجھے عجیب فیل ہوتا ہے اتنے لوگوں کے بیچ اور"...

"اکیلے رہنے کی اتنی عادت مت ڈالو میری بچی۔" انہوں نے اتنی افسردگی سے کہا کہ ایک پل کے لیے وہ چپ رہ گئی۔

"پلیز چاچو... میں ٹھیک ہوں۔" وہ نہیں چاہتی تھی کہ پھر کوئی مصیبت کھڑی ہو' لڑکیوں کو اپنے حسن پر ناز ہوتا ہے' مگر اسے ڈر لگتا تھا خود سے' اپنے حسن سے' اس کا بس چلتا تو وہ اپنا حسین چہرہ بگاڑ لیتی' وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی تبھی اس نے علیحدگی

اختیار کر لی تھی۔

"بس اب تم تیاری کرو میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ تم آؤ گی۔" انہوں نے کہا تو وہ لب بھینچ کر رہ گئی اور تیسرے دن ناچاہتے ہوئے بھی اسے سعدیہ کے گھر جانا پڑا' اس کے رشتہ داروں سے پورا گھر بھرا ہوا تھا' گھر کی بزرگ خواتین کو سلام کر کے ان کی دعائیں لے کر وہ سعدیہ کے پاس چلی آئی۔ یہاں زنان خانے اور مردان خانے الگ الگ تھے' وہ کافی ریلیکس فیل کر رہی تھی کچھ دیر بعد سعدیہ کے سسرال والے آ گئے اس نے سعدیہ کی مایوں کی رسم کو بہت انجوائے کیا حالانکہ وہ سب سے الگ کھڑی تھی۔سعدیہ کی بہن کے مجبور کرنے پر وہ رسم کر کے سعدیہ کی دادی کے پاس آ بیٹھی تھی وہ اپنی پوتی کی شادی پر بے حد خوش تھیں۔ دوسرے دن وہ لوگ صبح دس بجے لڑکے والوں کے گھر کے لیے روانہ ہوئے' برف باری کے باعث ٹھنڈ بے حد بڑھ گئی تھی۔ اس نے ویلوٹ کے سوٹ پر اوور کوٹ پہنا تھا' سعدیہ اور اس کی کزنز کے کہنے پر اس نے بال شانوں پر پھیلا لیے تھے۔

"واؤ آپ کے بال بہت لمبے اور خوب صورت ہیں' آپ تو بہت کیئر کرتی ہوں گی۔" سعدیہ کی ایک کزن کے کہنے پر وہ چونکی' کچھ سال پہلے اس کے بال شولڈر

سے ذرا نیچے تھے اس کے بال بڑی تیزی سے بڑھتے تھے۔ ماما ہر ماہ اس کے بالوں کی کٹنگ کرواتی تھیں' ماما کے بعد تو اسے اپنی جان کی پروا نہ تھی پھر بھلا بالوں کا خیال کہاں رکھتی اور اب اس کے بال کمر سے بھی نیچے آ رہے تھے۔

وہ چپ چاپ گاڑی میں آ بیٹھی شیشے بند ہونے کے باوجود اسے محسوس ہو رہا تھا ہوا کہیں سے کانوں میں داخل ہو رہی ہے' اس نے فوراً اوور کوٹ کی جیب سے کیپ اور دستانے نکال کر پہن لیے۔

"دو سال سے یہاں ہیں پھر بھی سردی کی عادی نہیں ہوئیں آپ۔" سعدیہ کی بہن نادیہ نے مسکرا کر اسے دیکھا وہ خود اور بہت سے لوگ ہلکی پھلکی جیکٹ میں تھے۔

"میں کسی کی بھی عادی نہیں ہوتی۔" اسے کوئی یک دم یاد آیا تھا' وہ لب بھینچ کر کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ گاڑی کے اندر لڑکیوں نے بہت شور شرابہ کر رکھا تھا لیکن اس کے اندر تنہائی بڑھتی جا رہی تھی وہ اردگرد سے بالکل بے نیاز ہو گئی تھی۔

"آؤچ..." گاڑی کو اچانک سے جھٹکا لگا اور وہ رک گئی لیکن ان سب کی چیخیں بے ساختہ تھیں۔

"یا اللہ رحم۔" سب ہی خواتین دعائیں کرنے لگیں پھر پچھلی طرف کا دروازہ کھلا اور

ایک لڑکا اندر آیا۔

"گاڑی خراب ہوگئی ہے' ہم لوگ کچھ کرتے ہیں آپ لوگ پریشان مت ہوں۔"

"جی بیٹا۔" سعدیہ کی امی نے جواب دیا وہ لڑکا سعدیہ کی خالہ کا بیٹا تھا' باقی مرد حضرات الگ گاڑی میں تھے ان کے ساتھ ڈرائیور کے علاوہ دو ہی مرد تھے ایک سعدیہ کا بھائی اور دوسرا یہ کزن۔

"واؤ دیکھو تو سب کتنا خوب صورت منظر ہے۔" لڑکیوں نے کھڑکیوں کے پردے کھینچے تو جیسے مبہوت رہ گئیں' وہ سب اس وقت ایک پہاڑ کی نشیب میں موجود تھے اوپر پہاڑ پر جنگل آباد تھا اور اس کے درمیان ایک آبشار بہہ رہی تھی۔

"چلو جب تک گاڑی صحیح نہیں ہوتی ہم لوگ گھوم پھر کے آتے ہیں۔" کسی لڑکی نے کہا اور وہ سب تیار ہوگئیں۔

"سب لوگ اتنا پریشان ہیں اور تم لوگوں کو گھومنے پھرنے کی پڑی ہے۔" سعدیہ کی پھوپو نے سب کو ڈانٹا۔

"میں لالہ سے کہتی ہوں وہ ہمیں گھمانے لے جائیں گے۔" سعدیہ کی خالہ کی بیٹی نے کہا اور اس کے برابر بیٹھی نادیہ نے باہر کھڑے اپنے کزن کو پکارا' وہ چونک کر پلٹا پھر

ان کے قریب آ گیا۔

"لالہ... ہم یہ جگہ دیکھنا چاہتے ہیں جبکہ سب بڑے منع کر رہے ہیں۔" نادیہ نے منہ بسورا تو وہ ذرا سا مسکرایا۔

"مورے میں ان سب کو یہ جگہ گھما کر لاتا ہوں۔" سب لڑکیاں اس کے اشارے پر اٹھ کھڑی ہوئیں اور ایک ایک کر کے نیچے اتر گئیں۔

"آپ نہیں جائیں گی۔" وہ جو اپنے ہی خیالوں میں گم تھی چونک کر مڑی وہ اس سے ایک سیٹ کے فاصلے پر کھڑا تھا اس نے نفی میں سر ہلایا اور پھر باہر دیکھنے لگی۔

"آپ زندگی کو بھرپور طریقے سے کیوں نہیں گزارتیں' انجوائے کیا کریں۔ ابھی خود پر زندگی کا وہ حصہ کیوں طاری کرلیا ہے جس میں زندگی ہمیں گزارتی ہے۔" اس نے دوبارہ حیرت سے مڑ کر اس شخص کو دیکھا جس کا وہ نام تک نہیں جانتی تھی۔

"آپ کیسے میرے بارے میں یہ رائے دے سکتے ہیں' آپ مجھے جانتے ہی کتنا ہیں۔"

"ہمارے گھر کی بزرگ خواتین اکثر آپ کا ذکر کرتی ہیں۔" اس کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی وہ کچھ کہہ نہ سکی۔

"آپ ان کے ساتھ جائیں' آپ جیسی سمجھ دار اور بردبار شخصیت کا ان کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔"

"آپ جا تو رہے ہیں کافی ہے۔" کہہ کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی لڑکیاں پہاڑ پر چڑھ چکی تھیں۔

"میں نیچے ہوں کسی گاڑی سے ہیلپ لوں گا۔" کہہ کر وہ اتر گیا اور عین اس کی نظر کے سامنے کھڑا ہوگیا' وہ غصے سے منہ پھیر کر اندر دیکھنے لگی۔

"ارے بیٹا تم نہیں گئیں؟" سعدیہ کی امی کی اچانک اس پر نظر پڑی۔

"نہیں آنٹی میرا دل نہیں چاہ رہا تھا۔"

"ایسے نہیں کہتے بیٹا' ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے' جاؤ سب کے ساتھ گھومو پھرو۔" اس کی خالہ محبت سے بولیں۔

وہ ناچار اٹھی اور دروازے تک آئی تو تیز ہوا کے جھونکے نے اس کا استقبال کیا' بال اور دوپٹہ دونوں ہوا کے سنگ اڑے تھے اس نے صرف دوپٹہ سنبھالا تھا۔ اس کی نظر گاڑی سے ٹیک لگائے اسفند پر پڑی اس کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ تھی وہ پیر پٹختے ہوئے گاڑی سے اتری اور تیزی سے روڈ کراس کیا مگر ابھی وہ سڑک کے وسط میں تھی

کہ نجانے کہاں سے ایک جیپ نمودار ہوئی۔

"اُف..." وہ آگے پیچھے ہونے کے بجائے وہیں آنکھیں بند کرکے کھڑی ہوگئی' جیپ والے نے بمشکل ہی بریک لگا کر اسے بچایا تھا۔ اگلے پل اس نے آنکھیں کھولیں خود کو سلامت پاکر اس نے اپنے اڑتے ہوئے بالوں کو سمیٹا اور روڈ کراس کرکے پہاڑ پر آگئی۔ جیپ رینگنے کے انداز میں چل رہی تھی شاید اس کا ڈرائیور ابھی تک نارمل نہ ہوسکا تھا اسفند جو پریشان ہوا تھا اب مسکرا کر اسے جاتا دیکھ رہا تھا۔

"لالہ... اس جیپ والے سے لفٹ لے رہے ہیں۔" وہ اوپر آچکی تھی جب اس نے اسفند کی بہن کی آواز سنی مگر اس نے مڑ کر نہ دیکھا اسفند اس کے ساتھ جاکر ایک مکینک لے آیا اور تین گھنٹے کے سفر کو پانچ گھنٹے میں مکمل کرکے وہ لوگ دلہا کے گھر پہنچ گئے۔ ان کی گاڑی اندر پنڈال میں جاکر رکی تھی جہاں صرف خواتین تھیں وہاں ان کا شاندار استقبال ہوا وہ ایک طرف جاکر بیٹھ گئی۔

"آپ کو امی بلا رہی ہیں' وہ آپ کو رسم دکھانا چاہتی ہیں۔"

"نادیہ پلیز میں یہیں ٹھیک ہوں۔" نادیہ اس سے ضد کرتی مگر بھلا ہو اس کی کزن کا جس نے آواز دی وہ "میں آتی ہوں" کہہ کر چلی گئی تو اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ کون ہیں؟" اس نے چونک کر سائیڈ پر بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔

"دلہن کی طرف سے ہوں۔"

"آپ ان کی رشتہ دار تو نہیں لگتیں۔"

"دلہن میری دوست ہے۔"

"فضول' میں آپ کو دیکھ رہی تھی مجھے آپ کہیں سے بھی ان لوگوں کے جیسی نہیں لگ رہی تھیں یقینا آپ کراچی' لاہور یا پھر اسلام آباد سے ہوں گی۔" لڑکی کے اتنے ٹھیک قیاس پر وہ دھیرے سے مسکرادی۔

"لیکن سعدیہ سے آپ کی دوستی کیسے ہوئی؟"

"وہ میرے چاچو کے کلینک میں کام کرتی ہے۔"

"ڈاکٹر تیمور سبحانی۔ آپ ان کی بھتیجی ہیں؟" لڑکی نے چونک کر کہا تو وہ حیران ہوئی۔

"آپ چاچو کو جانتی ہیں؟"

"جی' میرے بچے اگر گاؤں آ کر بیمار ہوجائیں تو میں ڈاکٹر تیمور سبحانی کے پاس آتی ہوں' انہوں نے بتایا تھا کہ ان کی بھتیجی بھی ڈاکٹر ہے کیا آپ ہی وہ بھتیجی ہیں؟"

"جی۔"

"میں وہاں آئی تو میں آپ کے گھر ضرور آؤں گی۔"

"جی ضرور۔" وہ مسکرادی پھر وہاں سے واپسی تک وہ اس کے ساتھ رہی۔ تیسرے دن بارات اور چوتھے دن ولیمے کی تقریب سے فارغ ہوکر وہ صبح فجر کے وقت بیگ اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔

"ارے بیٹا دن تو نکلنے دو۔" سعدیہ کی امی اس کی جلد بازی پر پریشان ہوئیں۔

"آنٹی میں چلی جاؤں گی کوئی دور تھوڑی جانا ہے۔"

"بیٹا پہاڑ کے اوپر چڑھنا ہوتا ہے اسی لیے پتا نہیں چلتا ورنہ راستہ بہت لمبا ہے اور اس وقت تو اندھیرا ہورہا ہے میں تمہیں اکیلا کیسے بھیج سکتی ہوں۔"

"آنٹی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا آپ جانتی تو ہیں۔" وہ بضد ہوئی۔

"ان پہاڑوں کی عادی میں تم سے زیادہ ہوں پھر بھی میں یہ پسند نہیں کروں گی کہ نادیہ کو اتنی صبح کہیں بھیجوں پھر تم تو میری بیٹی ہو۔"

"مجھے ان پہاڑوں کی عادت نہیں ہوئی' مجھے کسی چیز کی عادت نہیں ہوتی۔" اس نے سوچا۔

"میں چھوڑ آتا ہوں۔" اسفند نماز ادا کرکے اسی وقت آیا تھا۔

"جاؤ اسفند کے ساتھ چلی جاؤ۔" انہیں معلوم تھا کہ وہ اب رکے گی نہیں۔

"میں چلی جاؤں گی۔" وہ اس کے ساتھ جانا ہی نہیں چاہتی تھی مگر آنٹی اس کی سنے بغیر اندر چلی گئیں۔

"میں لڑکیوں کا اکیلے آنا جانا پسند نہیں کرتا۔" وہ اس کا بیگ اٹھا کر آگے چل پڑا۔

"اور میں کسی اجنبی کے ساتھ آنا جانا پسند نہیں کرتی۔" اس نے آگے بڑھ کر اپنا بیگ اس سے چھیننے کے انداز میں لیا اور اس کے ایک قدم آگے چلنے لگی۔

"ساتھ چلیں گی تو جان بھی لیں گی۔" اس کے لہجے میں کئی معنی پنہاں تھے وہ لب بھینچ کر رہ گئی اس کے لیے شاید کوئی نئی مصیبت کھڑی ہونے والی تھی۔

"میں آرمی میں کیپٹن ہوں' دعا کیجیے گا ترقی ہو جائے۔" وہ کچھ بھی بولے بنا چلتی رہی باقی راستے وہ چپ رہا۔

"اندر آئیں۔" اس نے لکڑی کی اس باؤنڈری وال کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

"آنا تو ہے لیکن ابھی نہیں۔" وہ مسکرا کر شوخ نظروں سے اسے دیکھتا پلٹ گیا' اسے لگا جیسے فضا اب پُرسکون ہوئی ہو ایک گہرا سانس سینے سے خارج کر کے وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی کہ اچانک ایک آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"تو یہ وقت ہے آپ کے ظاہر ہونے کا۔" وہ چونک کر پلٹی اور سن رہ گئی وہ شخص اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ اس کا اڑتا دوپٹہ اس شخص کا چہرہ ڈھانپے ہوئے تھا۔

"میں ایک انسان ہوں' امریکہ سے آیا ہوں۔" اس شخص نے اس کا دوپٹہ اپنے چہرے سے سمیٹتے ہوئے اپنی مٹھی میں قید کر لیا۔

"آسیب وغیرہ پر یقین نہ رکھنے کے باوجود میں یہ سمجھتا تھا کہ آسیب کوئی بدشکل روح ہوتی ہے مگر..." وہ رک کر اسے بغور دیکھنے لگا۔ "آپ تو کوئی حور یا پری لگ رہی ہیں' ویسے آپ لوگوں کو ڈرا کر یہاں اکیلی رہتی ہیں یا پوری فیملی ہے۔ پہلے مجھے لگتا تھا کہ آسیب وغیرہ کو سردی گرمی نہیں لگتی ہو گی مگر آپ تو اتنے گرم کپڑوں میں ہیں۔ مجھے تو آپ لوگوں کے بارے میں یہ بھی معلوم ہے کہ آپ لوگ خون بہت شوق سے پیتے ہیں ویسے آپ کون سا بلڈ گروپ پیتی ہیں۔"

"آپ کون ہیں؟" وہ بمشکل بولنے کے قابل ہوئی۔

"سریلے نغموں جیسی آپ کی آواز ہے' ویسے میرا نام وریام کپور ہیں' میں امریکہ سے یہاں گھومنے پھرنے آیا ہوں سارا دن تو گھومنے پھرنے میں گزر جائے گا رات کو گھر آؤں گا پلیز آپ سے ریکوئسٹ ہے کہ رات کو ذرا بھی کھٹ پٹ مت کیجیے گا میں

مکمل خاموشی میں سونے کا عادی ہوں اور آپ بھی اطمینان رکھیں میں آپ کو ہرگز تنگ نہیں کروں گا ویسے آپ کا نام کیا ہے' کیا آپ کی طرح اور بھی آسیب ہیں یہاں وہ کب ظاہر ہوتے ہیو؟" وہ بے حد اشتیاق سے پوچھ رہا تھا وہ یک دم سائیڈ سے نکل کر بھاگتی ہوئی نیچے کی طرف آنے لگی۔

"ارے ارے... سنیں تو... آپ کے ظاہر ہونے کا وقت یہی ہے ناں۔" وہ اس کے پیچھے زور سے چیخا۔ وہ تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف آئی کہ دروازہ کھلا دیکھ کر چونک گئی۔

"دروازہ کیوں کھول رکھا ہے آپ نے۔"

"مجھے پتا تھا تمہارے نازل ہونے کا وقت ہوگیا ہے۔" چاچو مسکرائے۔

"میں انسان ہوں آیا جایا کرتی ہوں یہ ظاہر ہونا نازل ہونا کیا ہے؟" وہ بری طرح چڑ گئی۔

"کیا ہوا مرچیں کیوں چبا رہی ہو؟" چاچو حیران ہوئے۔

"پتا نہیں' وہ اوپر کون پاگل آ گیا ہے مجھے آسیب سمجھ رہا ہے' اللہ کرے آسیب اسے اتنا تنگ کریں وہ آج ہی بھاگ جائے۔" اس نے باقاعدہ ہاتھ اٹھ کر دعا کی۔

"وریام کی بات کر رہی ہو وہ پچھلے چار دن سے یہیں ہے۔" چاچو ہنسے۔ "بڑا اچھا' ہنس مکھ اور ملنسار ہے' امریکہ سے آیا ہے اپنے دوست کے ساتھ چھ مہینے یہاں رہے گا اگر اس کا جانے کا دل ہوا تو اس کا دوست اس کے ساتھ جائے گا جبکہ اس کے دوست کا خیال ہے کہ یہاں اس کا دل ایسا لگے گا کہ وہ کبھی جانے کا نام نہیں لے گا۔"

"یہ پاگل امریکہ سے آیا ہے' لگتا تو نہیں۔" اس نے منہ بنایا۔

"وہ جانتا ہے تم میری بھتیجی ہو۔" چاچو مسکرائے۔

"کیسے؟" وہ چونکی۔

"روز آتا ہے وہ یہاں میرے ساتھ گپ شپ کرتا ہے اور لاؤنج میں ہماری تصویریں ہیں' سو اس نے تمہیں دیکھا ہوا ہے۔" چاچو مسکرائے اور اس کا خون کھول اٹھا۔

"یہ جان کر بھی کہ میں کون ہوں اس نے مجھ سے اس قدر گھٹیا باتیں کی۔"

"کیا کہا؟" چاچو چونکے۔

"ایڈیٹ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ کیا یہ وقت ہے آپ کے ظاہر ہونے کا' اسٹوپڈ کہیں کا مجھ سے پوچھ رہا تھا میں کون سا بلڈ گروپ پیتی ہوں اور نان سینس مجھے بتا رہا تھا کہ

میں مکمل خاموشی میں سونے کا عادی ہوں رات کو کھٹ پٹ نہیں کیجیے گا۔" چاچو اس کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس دیے۔

"چاچو بہت مزہ آرہا ہے اس کی باتیں سن کر۔" وہ بری طرح تپ گئی۔

"آؤ آؤ وریام۔" چاچو کی آواز پر اس نے پلٹ کر دیکھا وہ دروازے پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"بھئی کیا کہہ دیا تم نے میری بیٹی کو وہ بہت غصہ ہورہی ہے۔"

"آئی ایم سوری میں تو یونہی مذاق کررہا تھا۔" اس کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ اپنے اس مذاق کو بے حد انجوائے کررہا ہے۔

"اس سے ملو یہ ہے وریام کپور اور وریام یہ میری بھتیجی ہے اوزگل۔" چاچو نے بیک وقت دونوں کو مخاطب کیا۔

"ہیلو بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" وریام مسکرایا لیکن وہ اندر تک سلگ گئی جواباً کچھ کہنے کے بجائے اسے گھورتی رہی۔

"آؤ بیٹھو وریام' اتنی ٹھنڈ میں ہم اوزگل کے ہاتھ کی چائے پیتے ہیں۔" چاچو نے کہا تو وہ اطمینان سے بیٹھ گیا اور اس نے پلٹ کر چاچو کو گھور کے دیکھا اور پیر پٹخ کر

اندر چلی گئی۔

"وہ شاید برا مان گئی ہیں مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"وہ تمہاری باتوں کا نہیں تمہاری آمد کا برا مان گئی ہے۔" ان کے لہجے میں دکھ اتر آیا۔

"میرے آنے کا...!" وہ بری طرح چونکا۔

"ہاں' اصل میں اسے تنہا رہنے کی عادت ہے اور اس کا ساتھی وہ پکنک اسپاٹ ہے جہاں اب تمہارا ڈیرہ ہے۔"

"ارے وہ لوگوں کے بجائے جگہ سے محبت کرتی ہیں۔" وہ حیران رہ گیا تو چاچو افسردگی سے مسکرائے۔

"وہ ہمیشہ سے یہیں ہیں؟"

"نہیں دو سال پہلے ہی ہم یہاں آئے ہیں۔"

"اچھا۔" وہ لمحہ بھر کو رکا۔ "آپ ان سے کہہ دیں میں جلد ہی یہاں سے چلا جاؤں گا۔" وہ انہیں وضاحت کے ساتھ یقین دلا رہا تھا کہ وہ یہاں سے چلا جائے گا' وہ دھیرے سے مسکرائے۔

"ڈونٹ ویری وریام' وہ اب تمہارا گھر ہے تم کسی کی بھی وجہ سے کبھی اس گھر کو مت چھوڑنا۔" انہوں نے کہا تو وہ مسکرادیا۔

"آپ کی چائے نہیں آئے گی میں چلتا ہوں۔"

"ارے بیٹھو ناں۔"

"نہیں پلیز رہنے دیں میں چائے اتنی صبح پیوں گا بھی نہیں۔" وہ چلا گیا اور وہ آٹھ بجے اپنے روم سے نکلی تو چاچو نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"یہ کیا حرکت تھی اوزگل' وہ بچہ کتنی دیر بیٹھا رہا۔" وہ جواباً خاموشی سے ناشتا تیار کرتی رہی' ٹیبل پر لگایا ہی تھا کہ دروازہ پر ہوتی دستک پر وہ چونک گئی' اتنی صبح ان کے گھر آج تک کوئی نہ آیا تھا۔ چاچو نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو وہ وریام کپور کو دیکھ کر حیران رہ گئی اسے لگا تھا وہ اب کبھی ان کے گھر نہیں آئے گا۔

"میں نے سوچا اتنی ٹھنڈ میں اچھی سی چائے پی جائے۔" وہ شرارتی سے انداز میں اس کی جانب دیکھ کر مسکرایا اس کا جی چاہا چائے کی کیتلی اٹھا کر اس کے منہ پر دے مارے وہ اطمینان سے چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گیا تو چاچو نے اوزگل کا کپ اس کے آگے کر دیا اور وہ بدتمیزی کی حدیں پار کرتا اس کے آگے رکھا پراٹھا بھی اٹھا چکا تھا۔ یوں محسوس

ہو رہا تھا جیسے وہ ہمیشہ سے ان لوگوں کے ساتھ رہتا آیا ہو وہ جل کر کوئلہ ہوگئی اندر تک' ناشتا کر کے وہ اور چاچو چلے گئے اور وہ بولائی سی پورے گھر میں پھرتی رہی جیسے کسی نے اسے قید کر دیا ہو وہ کرسی اٹھا کر باہر صحن میں لے آئی مگر اس کا دل تھا کہ کہیں نہیں لگ رہا تھا یوں لگ رہا تھا جیسے وہ سچ مچ قید کر دی گئی ہو۔

اسے اپنی تنہائیوں سے محبت تھی اور اب اسے لگ رہا تھا کوئی زبردستی اس کے اور تنہائی کے بیچ آنے کی کوشش کر رہا ہے' پہلے اسفند اور اب یہ وریام تو مستقل اس کے سر پر تلوار بن کر لٹک رہا تھا۔

"اللہ مجھے نہیں رہنا لوگوں کے بیچ میں۔" وہ یک دم رونے لگی' بہت دیر تک رونے سے اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہوا۔ وہ وریام کے گھر بہت دیر تک رہی لیکن وریام نہیں آیا اور وہ شام کو اس کے گھر بھی نہیں آیا حالانکہ وہ شام کو اس کی منتظر تھی۔ وریام نجانے کہاں تھا جو اس روز کے بعد سے سامنے نہیں آیا اور چاچو نے بھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔

"تم آج کل کی نوجوان نسل اپنے بڑوں کی بات پر بالکل کان نہیں دھرتے۔" چاچو بولتے ہوئے اندر آئے تو وہ چونکی۔

"کیوں' میں نے آپ کی کون سی بات نہیں مانی؟"

"ارے یہ میں وریام سے کہہ رہا ہوں' دیکھو تو ذرا اسے کتنا تیز بخار ہورہا ہے' اتنی بار کہا ہے یہ کاغان ہے گرم کپڑے پہن کر گھومنے کی زحمت کرو مگر اس کا خیال ہے وہ امریکہ سے آیا ہے وہاں بھی اتنی ہی ٹھنڈ ہے مگر دیکھو ہو گیا ناں بیمار اور اب ضد کر رہا ہے کہ میں اسے یہاں نہ لاؤں بھئی اوپر جاکر دیکھ بھال کرنا مجھ بوڑھے ڈاکٹر کے بس کی بات نہیں ہے۔" اور وہ لب بھینچے وریام کپور کو دیکھ رہی تھی "جو اب گرا تب گرا" والی حالت میں تھا چاچو اسے اپنے کمرے میں لے گئے کچھ دیر بعد اسے آرڈر کیا کہ وہ کچھ ہلکی پھلکی سی غذا لے آئے۔ وہ چپ چاپ کچن میں چلی آئی' اس کے لیے کھانا تیار کرکے وہ ٹرے میں رکھ کر چاچو کے کمرے میں آئی چاچو نے زبردستی وریام کو کھلایا اور دوا دی تو کچھ دیر بعد وہ سو گیا۔ دوسرے دن کا سورج بھی غروب ہوگیا۔

"چاچو اس کے دوست کو بلائیں وہ اسے کسی بڑے اسپتال لے جائیں۔" چاچو تو پریشان تھے لیکن وہ پہلی بار پریشان ہوئی' چاچو لب بھینچ کر رہ گئے اس کی حالت واقعی خراب تھی وہ اپنے کمرے میں چلی گئی اور رات کو اس کی آنکھ کھلی تو اسے چاچو کا خیال

آیا وہ کل بھی ساری رات وریام کی وجہ سے نہیں سوئے تھے' وہ چاچو کے کمرے کی طرف آئی۔

"انکل پلیز آپ سو جائیں مجھے اچھا نہیں لگ رہا اس طرح آپ میرے لیے جاگ رہے ہیں۔"

"میں تم سے کہہ رہا ہوں ناں' تم آرام سے لیٹے رہو نہ تو زیادہ باتیں کرو اور نہ اٹھ کر بیٹھو۔" وہ ایک گہرا سانس لے کر پلٹ آئی' صبح بخار کا زور ٹوٹ چکا تھا' اس نے ناشتا تیار کیا چاچو نے وریام کو ناشتا کروا کے دوائی کھلائی۔

"وریام... تم آرام کرو میں ذرا کلینک کا چکر لگا کر آجاؤں۔"

"انکل میں اوپر جارہا ہوں' جب آپ آئیں گے تو میں آپ سے چیک اپ کروانے آجاؤں گا۔"

"ابھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں' آج کے دن تم یہیں رک جاؤ کل چلے جانا۔"

"نہیں انکل پلیز' مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا اس طرح آپ کے گھر رہنا۔"

"یہ کیا بات ہوئی بیٹا' مجھے بہت برا لگ رہا ہے۔"

"سوری انکل مگر پلیز آپ مجھے سمجھنے کی کوشش کریں۔" وہ شرمندہ ہوا۔

"اوکے تم چلے جاؤ گھر' مگر صرف آرام کرنا تمہارے لیے کھانا ہم لے آئیں گے۔"

"انکل پلیز۔"

"دیکھو وریام' میں بھی سمجھ سکتا ہوں تمہیں یوں اس طرح ایک اجنبی گھر میں رہنا اچھا نہیں لگ رہا مگر ابھی تمہاری طبیعت اتنی ٹھیک نہیں' بے شک ہم ایک دوسرے کو زیادہ نہیں جانتے مگر انسانیت بھی تو کوئی چیز ہے۔ اب تم جاؤ اور آرام کرو۔"

"آپ کے اتنے بڑے احسان پر تو میں آپ کی فیس بھی نہیں پوچھ سکتا لیکن میں کسی کام آسکوں تو پلیز مجھے اپنا سمجھ کر ضرور کہیے گا۔"

"ضرور بیٹا۔" چاچو نے مسکرا کر کہا اور دونوں باہر نکل گئے' آج وہ اپنے پکنک پوائنٹ پر نہیں جاسکتی تھی سو پورے گھر میں بولائی بولائی پھرنے لگی ایک بجے چاچو کا فون آیا۔

"وریام کی طبیعت کیسی ہے؟"

"مجھے کیا پتا۔" وہ حیران ہوئی۔

"کیا... تم نے اس کے لیے کھانا نہیں پکایا' اسے دوائی نہیں کھلائی؟" چاچو اس سے بھی زیادہ حیران ہوئے۔

"لیکن آپ نے مجھ سے یہ سب کب کہا تھا۔"

"اللہ کا واسطہ ہے اوزگل' مت بھولو کہ تم ایک انسان ہو اور ایک انسان دوسرے انسان کے کام آتا ہے اور وہ بھی بغیر کہے سنے۔" چاچو نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔

"اوکے میں کھانا تیار کرتی ہوں۔" وہ ان کے غصے سے خائف ہوئی۔

"اسے کھلا بھی دینا مہربانی ہوگی۔"

"آپ کب آئیں گے؟" وہ منمنائی۔

"میں جلد ہی آجاتا مگر ایک بچہ لایا گیا ہے جو پہاڑ سے گرنے کی وجہ سے کافی زخمی ہے اس کی بینڈیج کر کے فارغ ہوا ہوں اور ابھی اسی بچے کے پاس رہوں گا۔"

"جی ٹھیک ہے۔" اس نے فون بند کیا کچن میں آکر اس کے لیے دودھ گرم کر کے تھرماس میں ڈالا اور بریڈ کے ساتھ اس کی دوائیاں لے کر اوپر آگئی۔ اس نے دروازہ بجانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ کھل گیا اور اس کی صورت دیکھتے ہی وہ سلگ اٹھی۔

"وہاں چاچو آپ کے لیے اتنے پریشان ہیں کہ آپ کی طبیعت کیسی ہے اور آپ"...

"رئیلی میں اب تک کمبل میں تھا بس بھوک لگی تو میں کچن کی طرف آگیا' کھڑکی سے

آپ پر نظر پڑی تو میں دروازہ کھولنے آ گیا۔" وہ شرمندہ ہوا کیونکہ وہ بغیر کسی گرم کپڑے کے تھا۔

"آپ کا کھانا اور دوائی۔" اس نے باسکٹ اس کی طرف بڑھائی۔ اس کا یہ کہنا کہ وہ بھوک لگنے پر کچن میں آیا تھا اوزگل کو شرمندہ کر گیا۔

"پلیز اندر آئیں۔" اس نے مروتاً کہا لیکن وہ اس خیال میں چلی آئی کہ وہ خود کچھ نہیں کر سکے گا اندر آ کر وہ چونک گئی وہ "ہٹ" اندر سے بڑا شاندار سیٹ تھا اس نے ٹیبل پر باسکٹ رکھ کر تھرماس نکالا اور مگ میں دودھ ڈال کر اور بریڈ پر مکھن لگا کر اس کے آگے رکھا' وریام نے ایک گہرا سانس لیا۔

"مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کا کھانا مجھے پکانا ہے۔" وہ کھڑی ہوئی۔

"میں معذرت خواہ ہوں' آپ کو میری وجہ سے زحمت ہوئی۔" وہ چہرے پر ناگواری سجائے وہاں سے پلٹ آئی۔ چاچو واپس آئے تو وریام ان کے ساتھ تھا' وہ کچن میں کھانا پکا رہی تھی چاچو اور وہ لاؤنج میں بیٹھ گئے اس نے چائے پکائی اور ان کے لیے لے گئی۔

"بیٹھو اوزگل۔"

"مجھے ابھی روٹی پکانی ہے۔"

"بیٹا ہم پچاس افراد نہیں ہیں جس کے لیے ابھی سے روٹی پکانی پڑی' بیٹھو وریام کی طبیعت آج بہتر ہے بے چارہ سارا دن اکیلا چپ رہا آؤ باتیں کرتے ہیں اس سے۔ پتا ہے بڑے مزے کی باتیں کرتا ہے یہ لڑکا۔" چاچو بولے اس دوران وہ اس کے چہرے پر بدلتے ہر رنگ کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا' جی میں آیا پلٹ جائے مگر جیسی بداخلاقی کا مظاہرہ وہ دوپہر میں کر چکی تھی اب چاچو کے سامنے نہیں کر سکتی تھی سو بیٹھ گئی۔ چاچو اس سے دیگر موضوعات پر بات کرتے رہے۔

صبح فجر کے وقت وہ اوپر آئی اور بہت دیر وہاں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتی رہی جب سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہوا تو وہ یک دم رک گئی اور قرآن پاک بند کر کے سینے سے لگایا اور جونہی جانے کے لیے پلٹی بری طرح چونک گئی وریام کپور اس سے ذرا فاصلے پر کھڑا تھا اس نے ناگواری سے اسے دیکھا اور پھر ایک طرف سے ہو کر چلی گئی۔ صبح چاچو ناشتا کر کے چلے گئے تو اس نے اپنا سامان اٹھایا اور پھر سے وہاں آ گئی' آج برف باری نہیں ہو رہی تھی مگر سردی شدید تھی۔

"ہائے۔" اسے وہاں ایک گھنٹہ ہو چکا تھا' اس نے چونک کر سر اٹھایا وریام کھڑا تھا۔

"کافی پلیز۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ایک مگ اس کی طرف بڑھایا اس نے نظریں ہاتھ میں پکڑی کتاب پر جمائیں' وہ چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا اوزگل کی لمحہ بہ لمحہ رنگت بدلتی رہی' ناگواری' غصہ' جھنجھلاہٹ وہ کیا چیز تھی جو اس کے چہرے پر نمایاں نہ تھی۔ وہ بے حد تکلیف میں تھی۔

"اوزگل"...

"شٹ اپ... جسٹ شٹ اپ... چلے جاؤ یہاں سے تم' نہیں رہنا مجھے تم لوگوں کے بیچ۔مت آؤ تم لوگ میری زندگی میں' مجھے میرے ساتھ رہنے دو۔مت ستاؤ مجھے' تنہا چھوڑ دو مجھے... چلے جاؤ یہاں سے تم۔" وہ یک دم ہسٹریک سی ہوگئی وریام کپور کو جھٹکا لگا۔

"اوزگل... اوزگل پلیز ریلیکس... یہ لیں پانی پی لیں۔" اس نے اس کی باسکٹ سے پانی کی بوتل نکال کر اس کی طرف بڑھائی' وہ لب بھینچے ہوئے تھا۔ اسے پہلے ہی لگ رہا تھا کہ اس لڑکی کے ساتھ کوئی نہ کوئی نفسیاتی پرابلم ضرور ہے' اس کا ماضی یقینا کچھ ایسا تھا جس کی وجہ سے وہ تنہا تھی لیکن وہ وریام کپور' وہ ایسا کب تھا جتنے دن وہ اوزگل کو نظر نہیں آیا تھا اتنے دن وہ اپنے ہٹ میں رہ کر اسے دیکھتا رہا تھا' وہ ایسا

کب تھا نظر باز' ویسے بھی اس کی اپنی زندگی میں مسائل بہت تھے لیکن اوزگل نے اسے اس بھنور سے کھینچ لیا تھا جسا اوزگل سے پہلی ملاقات پر اسے اپنے مذہب کے ساتھ جنموں والے عقیدے پر یقین آ گیا تھا وہ لڑکی اسے اس کے پچھلے جنم کی یادوں میں کھینچ رہی تھی مگر خود وہ لڑکی اس کی شکل برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔

"دفع ہوجاؤ نہیں چاہیے مجھے تمہاری ہمدردی۔" اس نے جھٹکے سے بوتل والا ہاتھ جھٹکا اور اٹھ کھڑی ہوئی کیونکہ اسے لگا وہ ڈھیٹ بندہ وہاں سے نہیں جائے گا وہ وہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی' وہ تیزی سے مڑی۔

"تمہارا آج ورتھ ہے کیا؟" اس کی بات پر وہ حقیقتاً اچھل پڑی۔

"مائی فٹ۔" وریام کے چہرے کا رنگ تیزی سے بدلا' وہ مڑ کر اپنا سامان وہیں چھوڑ کر بھاگتی ہوئی نیچے آ گئی گھر آ کر وہ بہت دیر تک سن سی رہی اور پھر بے اختیار رونے لگی۔ یہ کیا ہوگیا تھا وہ ایسی کیوں ہوگئی' کیا وہ نفسیاتی ہوگئی' تنہائی کی عادی ہوگئی مگر وہ تو کبھی کسی چیز کی عادی نہیں ہوئی۔ بہت وقت تو نہیں گزرا اس بات کو جب وہ بڑی ہنس مکھ اور ملنسار ہوتی تھی اپنی عمر کے بیس سال اس نے لوگوں کے درمیان گزارے تھے صرف چند دنوں میں اس نے انسانوں کے ایسے ایسے روپ دیکھے کہ اسے لوگوں

سے نفرت ہوگئی۔ وہ تنہا تھی اور آگے بھی زندگی تنہا ہی گزارنا چاہتی تھی۔

****

"کون ہے؟" دوسرے دن چاچو کے جانے کے بعد ابھی وہ صفائی کر رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

"وریام کپور۔" دروازے کی طرف بڑھتا اس کا ہاتھ ساکت ہوا پھر اس نے ایک گہرا سانس لے کر دروازہ کھولا۔ وہ سامنے نہیں تھا' وہ چونکی' وہ دروازے کی سائیڈ پر ٹیک لگائے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے نجانے کہاں دیکھ رہا تھا۔

"جی... فر... فرمائیں۔" وہ چاہ کر بھی لہجے میں روانی نہ لاسکی۔

"وہ پکنک اسپاٹ کل سے آپ کی آمد کا منتظر ہے۔" اس نے اس کی طرف بغور دیکھا اس کا چہرہ اس کے اندر کی کوئی خبر نہ دے رہا تھا' اسے برا لگا یا نہیں کچھ بھی تو معلوم نہیں ہورہا تھا اس کے چہرے سے' اتنا نارمل کہ کچھ بھی اندازہ کرنا مشکل تھا۔

"چلیں۔" وریام نے ابھی تک اس پر نظر نہیں ڈالی تھی اس نے سوچا آر یا پار جو بھی ہو کم از کم ہوجائے۔ یہ کچھ ہوجانے کا خوف اسے مار ڈالے گا' وہ اندر سے اپنا اوور کوٹ پہن کر باہر نکل آئی۔

"میں معذرت خواہ ہوں آپ سے' مجھے اس طرح آپ کے مذہبی رکن کے متعلق کہنے کا حق نہیں تھا مگر میں بہت... اصل میں..." وریام کا چہرہ ہنوز نارمل تھا۔

"شاید اسے برا ہی نہیں لگا اور میں خوامخواہ پرسوں سے اتنی پریشان ہوں۔" اس نے سوچا' وہ لوگ اوپر آگئے اور وہ قدرے چونکی کیونکہ وہ ایک فولڈر کرسی لائی تھی اور اب یہاں دو فولڈر کرسیاں اور درمیان میں ایک میز تھی جس پر اس کی پکنک باسکٹ بھی رکھی تھی۔

"اوزگل اس کا تو کوئی لمبا پروگرام لگتا ہے۔" وہ لب بھینچ کر رہ گئی' اس وقت اسے یہ یاد نہیں تھا کہ وہ اس کے اور اس کی تنہائی کے بیچ آ گیا ہے اس وقت اسے صرف یہ خوف تھا کہ وہ مذہب سے متعلق جانے کیا کیا کہے گا۔

"بیٹھیں۔" وہ اس کی چیئر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی چیئر پر بیٹھ گیا وہ ایک پل کو کھڑی رہی پھر بیٹھ گئی اس نے تھرماس میں سے کافی مگوں میں انڈیلی۔

"پلیز کافی۔" پرسوں وہ اپنی تنہائی کے لیے اس سے لڑ پڑی تھی' آج اس کی کافی کا مگ اپنے مذہب کے لیے اٹھا لیا۔ اب کسی لمحہ کا موقع وہ اسے دینا نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کے مذہب کے متعلق کچھ کہہ سکے لیکن مگ اٹھا کر وہ پچھتائی کیونکہ اس کے

بدن میں جو لرزہ طاری تھا وہ اس مگ کی وجہ سے واضح ہورہا تھا اس کے ہاتھوں میں وہ مگ لرز رہا تھا' وریام کپور نے اس کے کپکپاتے ہاتھوں کو بغور دیکھا۔

''ورتھ ہمارے مذہب میں بڑا مقدس سمجھا جاتا ہے اس کے لیے آپ نے جو الفاظ کہے وہ نہایت ہی برے تھے۔ میں چاہوں تو ایسے ہی نازیبا الفاظ آپ کے مذہب کے متعلق بھی استعمال کرسکتا ہوں لیکن...'' وہ لمحہ بھر کو روکا' اوزگل کی سانس ساکن کر گیا۔

''لیکن پھر ہم دونوں کے بیچ فرق کیا رہے گا' کچھ بھی نہیں۔'' وہ یقینا اپنے مذہب کو بہتر سمجھتا تھا' اس کا جی تو چاہا کہ اس کا سر پھاڑ دے پھر اسے بتائے کہ کون سا مذہب افضل ہے اور ان دونوں کے بیچ کتنا فرق ہے لیکن مذہب اسلام صبر و تحمل' بردباری' محبت اور انکساری سے پھیلا تھا ایسی اعلیٰ اقدار تھیں اسلام میں کہ لوگ جوق در جوق اس مذہب کی طرف دوڑے آئے تھے۔

''اصل میں یہ جو ورتھ ہوتا ہے یہ شادی شدہ عورتیں اپنے شوہروں کی لمبی عمر کے لیے رکھتی ہیں اور یہ قصہ پتا ہے کیا؟''

''مجھے معلوم ہے۔'' اس نے یکلخت وریام کپور کی بات کاٹ دی مزید سنے کی اس میں تاب نہ تھی۔

''ہمارا مذہبی معاملہ تمہیں معلوم ہے۔'' وریام کپور حیران ہوا تو اس نے نظریں اٹھائیں وہ نظر آتا تھا تو اسے بے پناہ اذیت سہنی پڑتی تھی اوزگل کو جتنی اذیت اور تکلیف کا سامنا تھا وہ بیان نہیں کی جاسکتی تھی وہ فوراً ہی ''آپ'' سے ''تم'' پر آ گیا تھا۔

''بہت سال پہلے میں ڈراموں اور فلموں کی بہت شوقین تھی۔'' اس نے کافی کا سپ لیتے ہوئے بھی وریام کپور پر سے نظر نہیں ہٹائی یہ چہرہ بہت خوب صورت تھا اوزگل کو اعتراف کرنا پڑا۔

''اوہ...'' وہ مسکرایا۔ ''ہاں' ہمارا کلچر اور مذہب بہت سے لوگوں کو شوق سے ہماری طرف لے آتا ہے۔'' وریام کپور کی نگاہوں میں ایک مقناطیسی کشش تھی جو دیکھنے والے کو باندھ لیتی تھی لوگ اسے دیکھتے اور پھر کھو جاتے تھے لیکن سامنے بیٹھی لڑکی کافی کے سپ لیتے ہوئے اسے دیکھ ضرور رہی تھی لیکن کھوئی نہیں تھی۔

''کافی کے لیے شکریہ۔'' اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا کافی کا مگ رکھ کر وہ کھڑی ہوگئی۔ اپنی کرسی فولڈ کرکے اس نے اپنی ٹوکری اٹھائی اور پلٹ گئی وریام کپور کو لگا اب وہ کبھی اسے مل نہیں پائے گا یہ ان کی پہلی اور آخری ملاقات تھی۔

****

"ہیلو وریام... کہاں ہو؟"

"جہاں ہوں وہاں مجھے اپنی کوئی خبر نہیں پریا۔" وہ کھڑکی میں کھڑا رات کو صبح میں بدلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں تو بہت عرصے سے اپنی خبر نہیں ہے۔" دوسری طرف سے مسکرا کر کہا گیا یہ کس طرف اشارہ تھا وہ جانتا تھا۔ "لیکن وریام' مجھ سے تو تم کبھی بے خبر نہیں رہے۔" لہجے میں اب اداسی در آئی۔

"مجھے ابھی خود کو کھوجنا ہے پریا... ایسا کہہ کر مجھے شرمندہ مت کیا کرو۔" وہ بہت دیر بعد اداسی سے بولا۔ دوسری جانب موجود شخص کو بھی احساس ہوا کہ جو ہوتا ہے وہ وریام کپور کے بس میں نہیں ہوتا یہ نصیبوں کی بات ہے کوئی پا کر کھو دیتا ہے کوئی کھو کر پالیتا ہے۔

****

"کیسی ہیں آپ؟" وہ دوپہر کے ساڑھے بارہ بجے لکڑی کی باؤنڈری وال کو اوپر سے پھلانگ کر اندر آیا' وہ رات ہونے والی برف باری کو سیڑھیوں پر سے صاف کر رہی تھی۔

"فائن۔" اس نے اپنا کام جاری رکھا' وہ آگے بڑھ کر گیلری میں رکھی چیئر پر بیٹھ گیا۔

"رہنے دیجیے' اتنی محنت مت کریں ابھی مزید برف باری ہوگی۔" اس نے اپنے دونوں ہاتھ مسلتے ہوئے کہا اور وہ جواب دیئے بغیر اپنے کام میں مصروف رہی۔

"پتا ہے میں صبح کہاں گیا تھا' شیو جی کا مندر ڈھونڈنے مگر شیو جی کا تو کیا یہاں مجھے کوئی بھی مندر نہیں ملا۔" اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا اس نے وریام کپور جیسا خوب صورت شخص کبھی دیکھا ہی نہیں تھا یقینا جب لوگ اسے دیکھتے ہوں گے تو نظریں ہٹانا بھول جاتے ہوں گے۔

"میں شیو جی کو مانتا ہوں وہ ہمارے مہا دیو ہیں۔" وریام کپور کو اپنی خوب صورتی کا پورا احساس تھا۔ وہ مسکرا کر اپنی خوب صورتی کا خراج وصول کرتا تھا مگر سامنے بیٹھی لڑکی کے ساتھ عجیب معاملہ تھا جب وہ اسے دیکھتی تھی تب وریام کو جھجک محسوس ہوتی اور جب وہ نظریں جھکا لیتی تو اسے بے چینی ہوتی تھی۔

"مجھے معلوم ہے۔" اس نے حتی الامکان اپنی بے زاری کو چھپایا اور پھر سے اپنا کام کرنے لگی۔ وہ لڑکی پتا نہیں خود خوب صورت تھی یا نہیں لیکن اس کی آواز وریام کپور

کو اندر تک سکون بخشتی تھی وہ چاہتا تھا کہ وہ بولے اور وریام کپور کا اندر سیراب ہوتا رہے مگر کیسے بولے گی وہ بے تکان' وہ کون سی بات ہوگی جو اس لڑکی کو بولنے پر مجبور کرے گی۔ وہ خاموشی سے اسے برف صاف کرتے دیکھتا رہا اور پھر وہ ہنس پڑا تو اوزگل نے چونک کر اسے حیرانگی سے دیکھا۔

''میں کتنا بے وقوف ہوں۔'' وہ ہنستا ہوا اٹھ کر وہاں سے چل دیا اور برف صاف کرتی بظاہر بے نیاز لیکن اندر سے اذیتوں کی دلدل میں دھنسی اوزگل نے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا تھا۔

****

''پتا ہے اوزگل' میں نے بہت سے مذہبوں کا مطالعہ کیا ہے بہت مصروفیت کے باعث میں بہت زیادہ تو پڑھ نہیں پایا لیکن تمہارے مذہب کی کتاب قرآن میں نے پڑھی ہے شاید اس کی چند لائنیں ہی پڑھی ہوں گی مگر مجھے بہت الجھن ہوئی اسے پڑھ کر۔'' گرم گرم چائے کے گھونٹ لیتی اوزگل کی نظریں یک ٹک اسے دیکھ رہی تھیں' اصولاً تو اسے پوچھ لینا چاہیے تھا کہ کیسی الجھن مگر وہ جانتی تھی کہ وہ نہ بھی پوچھے تب بھی وہ بتائے گا سو چپ رہی۔

''اس میں لکھا تھا کہ اللہ ایک ہے' اس کا کوئی شریک نہیں نہ وہ کسی کا بیٹا نہ وہ کسی کا باپ۔'' وہ یقینا سورۃ اخلاص کا مفہوم بیان کر رہا تھا۔ ''میری سمجھ میں یہ آیا ہی نہیں کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی ساتھی نہیں ہے تو پھر اتنی بڑی دنیا... کیا وہ اکیلا سنبھال رہا ہے؟ مطلب کوئی اکیلا کیسے سب کچھ کرسکتا ہے پھر اس کا کوئی بیٹا نہیں وہ کسی کا باپ نہیں سوائے تمہارے مذہب کے کسی اور مذہب میں یہ تصور ہی نہیں کہ اس دنیا کا پالن ہار کوئی ایک اکیلا ہے اس کا کوئی ساتھی نہیں۔ دنیا کا ہر مذہب بڑا ہو یا چھوٹا یہی کہتا ہے کہ اس کے بہت سے ساتھی ہیں' بیٹے ہیں' وہ کیسا دکھتا ہے کیسا نظر آتا ہے اس کا جسم کیسا ہے اور تم لوگ تو خدا کے جسم کو ہی نہیں مانتے ہو ناں تم لوگ خدا کو جیسا مانتے ہو وہ عقل سے بالا تر ہے۔'' اس نے چائے کا کپ رکھ دیا' اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی خود پر قابو رکھنے کے لیے اس نے نظریں جھکالیں' وہ وریام کپور تھا اور اس کی آزمائش بھی' بہت بڑی آزمائش۔

''وریام... اللہ کو ایسا ہی ہونا تھا ہماری سوچ کی پہنچ سے دور' ہماری عقل سے ماورا' ہمارے خوابوں خیالوں سے بالاتر۔'' اس نے نظریں اٹھائیں۔ ''تم نے اتنے مذاہب پڑھے ہیں کیا تم نے اپنے مذہب کو مکمل طور پر پڑھا' کیا تم نے پڑھا کہ تمہارا اپنا

مذہب اللہ کا تصور کیسا پیش کرتا ہے؟"

"میں نے اپنے مذہب کو مکمل پڑھا ہے میرا مذہب مجھے بتاتا ہے کہ اس پوری دنیا کو برھما نے بنایا' اس کے ساتھی وشنوف اور شیوا اور وشنو زمین پر رام کرشن کے اوتار بن کر آئے اور بہت سے دیوتا میں ان کا روپ ہے۔"

"کیا تم جانتے ہو تمہارا مذہب کتنا پرانا ہے۔" اس نے اس کی بات کاٹی۔

"اگر ہم دنیا کو قبل مسیح اور بعد مسیح کے حساب سے لگائیں تو ہمارا مذہب پندرہ سو قبل مسیح پرانا ہے۔"

"حالانکہ اس کا کوئی ٹھوس ثبوت نہیں' رامائن کو تم لوگ پانچ ہزار سال پرانا کہتے ہو اور مذہب ساڑھے تین ہزار سال پرانا ہے۔"

"پتا نہیں میں نے یہ سب تو نہیں پڑھا۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"اوکے مگر ساڑھے تین ہزار سال قبل اپنی کتابیں جو تحریر ہوئیں یا بھیجی گئی تھیں جن کو سنا گیا یا دوسرے لفظوں میں نازل ہوئیں ان کے متعلق تو کچھ جانتے ہوگے۔"

"تم شروتی کے متعلق بھی جانتی ہو۔" وہ قدرے حیران ہوا۔

"میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کے دو حصے ہیں وید اور اپنشد۔"

"ہاں مگر میں نے کبھی انہیں پڑھا نہیں' اصل میں وہ مقدس کتابیں بہت مشکل ہوتی ہیں تو ہم تو بس زیادہ تر بھگت گیتا ہی پڑھ لیتے ہیں۔"

"تو تمہاری اسی بھگت گیتا میں لکھا ہے کہ "جعلی اور جھوٹے خداؤں کی پوجا پاٹ وہی لوگ کرتے ہیں کہ مادی خواہشات کے غلبے نے جن کی عقل وفہم کو غارت کر دیا۔"

گویا ہندو مذہب کی اس بنیادی کتاب بھگت گیتا کے مطابق اللہ کے علاوہ دیگر غیر خداؤں کی پوجا کرنے والے لوگ وہی ہوتے ہیں جو اپنی مادی خواہشات کے ہاتھوں مغلوب ہو چکے ہوتے ہیں اور تم نے کیا کہا مجھے کہ تمہیں الجھن ہوئی یہ پڑھ کر کہ "اس کا کوئی شریک نہیں" تم اپنشد پڑھو اس کے چھٹے باب میں لکھا ہے "وہ ایک ہی ہے کسی شریک کے بغیر۔" اس نے لب بھینچ کر اوزگل کو دیکھا۔ "اور ہمارے مذہب کے علاوہ کوئی یہ نہیں کہتا کہ وہ اکیلا سب کچھ کرسکتا ہے اس کا کوئی بیٹا ہے نا وہ کسی کا باپ لیکن یہ تو تمہاری اپنی مقدس کتاب اپنشد میں لکھا ہے کہ "اس سے مشابہت رکھنے والی کوئی اور ہستی نہیں۔ اس پر کوئی حکمرانی کرنے والا نہیں' اس کا کوئی پیدا کرنے والا نہیں' اس کا کوئی مالک و آقا نہیں۔سب بادشاہوں سے بڑا بادشاہ' انسانوں کے حواس کا مالک و مختار اور کیا کہا تم نے کہ ہم اس کا جسم نہیں مانتے' ہم جیسا اس کو مانتے ہیں

وہ عقل سے بالاتر ہے لیکن تمہاری ہی کتاب میں لکھا ہے کہ ''وہ جسم سے منزہ ہے' وہ خالص ہے' روشن اور تابناک ہے۔ وہ جسم سے ماورا ہے' اب تم مجھے بتاؤ کہ تمہاری مقدس متون میں اللہ کا جو تصور ہے وہ اسلام کے تصور اللہ سے مماثلت رکھتا ہے یا نہیں۔'' وہ چاہتا تھا کہ وہ بولے پر جب وہ بولی تو اسے بولنے کے قابل نہیں چھوڑا' اس نے کچھ دیر اس کے سوال کا انتظار کیا اور اس کے مسلسل خاموش رہنے پر اٹھ کر چلی گئی۔

****

''اگر ہماری مذہبی مقدس کتب ہمیں بتوں کی پوجا پاٹ کی تعلیم نہیں دیتیں تو پھر ہندو دھرم کے مذہبی پیشوا' پنڈت اور ہندو مت کے دانش ور کیوں ہمیں یہ تعلیم دیتے ہیں۔''

چاچو کے جانے کے بعد وہ ابھی صفائی کر رہی تھی کہ وہ آ گیا دروازے سے لے کر کچن میں پہنچنے تک وہ بے صبری سے اپنی بات کہہ چکا تھا۔

''یہ تم مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو اپنے مذہبی پیشواؤں سے پوچھو۔'' اس نے برتن دھوتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔

''میں نے نیٹ پر یہ سوال کیا تھا' کچھ سوامیوں سے میری بات بھی ہوئی ان کا کہنا ہے

کہ اس بات کو یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ ابتدائی جماعتوں میں پڑھنے کے لیے بچے کو سہارے کی ضرورت ہوتی ہے لیکن بڑی جماعتوں میں پہنچ کر اس کی ذہنی سطح بلند کرنے کے لیے بھگوان تک رسائی کے لیے مورتیوں کی ضرورت پڑتی ہے تا کہ ذہنی یکسوئی حاصل ہوسکے اور پھر ذہنی سطح بلند ہوجائے تو ان مورتیوں کی ضرورت نہیں رہتی۔'' وہ بے بس لہجے میں بولا۔

''جواب تو تمہیں مل گیا پھر۔'' وہ کچن سے باہر نکل آئی' وہ چائے تھرماس میں ڈال چکی تھی اس کی ٹوکری بھی تیار تھی۔

''کیا تمہیں نہیں لگتا کہ یہ ایک بہت بچگانہ سا جواب ہے۔'' اس نے اس کی وہ ٹوکری اٹھالی۔

''اور کیا تمہیں نہیں لگتا کہ تم اپنے ہی مذہبی اسکالر پر یقین نہیں کر رہے ہو۔'' وہ باہر آتے ہوئے دروازے کا لاک چیک کرنے لگی تھی۔

''طنز اچھا ہے اور فی الحال میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔'' وہ اس کے پیچھے چلنے لگا۔

''میرا جواب تو پھر یہی ہوسکتا ہے کہ ہم مسلمانوں کی ذہنی سطح ہمیشہ سے بلند ہوتی ہے کہ

ہمیں کبھی اللہ کی یکسوئی سے عبادت کے لیے اس کی مورتی کی ضرورت پڑتی ہی نہیں اور رہی بات ابتدائی عبادت میں سہاروں کی تو اگر وہ پہلا سہارا ہی غلط ہوگا تو پوری زندگی کیسے صحیح گزرے گی' ابتدائی جماعت میں ہی بچے کو دو اور دو چار سکھائے جاتے ہیں۔ اب اگر وہ بچہ میٹرک' بی اے' ایم اے' پی ایچ ڈی بھی کر لے تو دو اور دو ہمیشہ چار ہی اس کے لیے رہیں گے تین یا پانچ نہیں ہوجائیں گے۔ بڑی جماعتوں میں پہنچ کر وہ الجبرا' ٹرگنومیٹری اور الگارتھم کے اصول اور کلیے بھی سیکھ جائے لیکن دو اور دو پھر بھی چار...'' اس نے اوپر پہنچ کر فولڈر کرسی کھولی۔

''ویدوں کا بنیادی اصول یہی ہے کہ خدا کی ذات کا کوئی عکس یا پرتو نہیں' اس کی ذات تجسم سے منزہ ہے تو ایسی صورت میں ہندو مت کے مفکرین اور دانش وروں نے سکوت کیوں اختیار کر رکھا ہے؟'' وہ سامنے بیٹھ کر اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

''کیا یہ کوئی فطری یا منطقی عمل ہوگا کہ پہلی جماعت کے طالب علم کو یہ بتائیں کہ دو اور دو چار نہیں بلکہ تین یا پانچ ہوتے ہیں جب کہ اس کا درست اور حقیقی جواب اگلی جماعتوں میں جاکر دیں گے اگر تمہارا جواب اس ضمن میں نفی میں ہے تو پھر میں پوچھتی ہوں کہ مذہب کے معاملے میں ایسا غیر عقلی طرز عمل کیوں اپنا رکھا ہے؟'' وہ رک کر

اسے دیکھنے لگی مگر اس کے سوال کا کوئی جواب وریام کپور کے پاس تھا ہی نہیں تو وہ کیا؟ وہ بس خاموش اسے دیکھتا رہا دھیرے دھیرے بے بس ہوتے اس نے کہنیاں ٹیبل پر ٹکائیں اور دونوں ہاتھوں سے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر سر کو جھکالیا اوز گل کے لب بھنچ گئے وہ اس وقت وریام کپور کی اذیت کو سمجھ سکتی تھی۔ ساری زندگی آپ کسی پر ایمان رکھیں اور وہ دھوکہ و جھوٹ پر مبنی ہو تو کتنی تکلیف ہوتی ہے یہ وہ بہتر جانتی تھی اسی پل اس کا موبائل بجا تو وہ چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''یس''...

''کہاں ہو وریام؟ پلیز میرے پاس آؤ۔''

''کیا ہوا پریا؟''

''وریام مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے میں نے بہت برا خواب دیکھا تمہیں کوئی مجھ سے چھین رہا ہے تم مجھ سے دور چلے گئے اتنے دور کہ میں تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے تھک گئی ہوں۔ میرے پاس آجاؤ وریام میرے پاس آجاؤ۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور وریام کسی ملبے تلے دبا جارہا تھا۔

****

"اوزگل... امریکہ میں میرے بہت سے دوست تھے یہودی' عیسائی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے اور ان میں یہودی اور عیسائی اپنے مذہب سے متعلق بہت ہی پُریقین تھے کہ وہ یہی سچا مذہب ہے۔" وہ چند پل رکا' وہ آج بریانی پکا رہی تھی سو آج وہ اوپر نہیں گئی اور چونکہ برف باری بھی ہو رہی تھی اس لیے بھی وہاں جانا بے کار تھا۔ چاچو بھی گھر میں تھے اور لائبریری میں کوئی کتاب پڑھنے میں مصروف تھے۔

"اور مجھے یوں اچانک ان کا خیال اس لیے آیا کہ وہ جن موسیٰ' عیسیٰ (علیہ السلام) کو مانتے ہیں تمہارے پاس موجود اس کتاب میں ان کا ذکر بہت عقیدت اور احترام سے لکھا ہے یعنی تم بھی انہیں مانتے ہو۔" اس نے اس کی لائبریری کی قصص الانبیاء کی کتاب اس کے سامنے کی' یہ کتاب وہ ابھی چاچو کے ساتھ بیٹھا پڑھ رہا تھا۔

"ہاں مانتے ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ کے نبی اور بندے ہیں۔"

"اور ان لوگوں کے پاس جو بائبل ہے وہ بھی تمہاری قرآن کی طرح ہے؟ کیا اس مذہب میں بھی وہی ہے جو تمہارے مذہب میں ہے۔"

"ہاں موسیٰ عیسیٰ علیہ السلام وہی مذہب لائے تھے جو ہمارا مذہب ہے ان پر جو کتابیں نازل ہوئیں وہ بھی قرآن کی طرح تھیں اور قرآن میں ان کتابوں کے نام توریت اور

انجیل ہے لیکن یہ جو موجودہ بائبل ہے یہ وہ مقدس کتابیں ہیں جو اُن دونوں انبیاء پر نازل کی گئیں لیکن ان میں بہت ساری تبدیلیاں ہو چکی ہیں یہ مکمل طور پر مسخ ہو چکی ہیں یہ اب وہ نہیں رہیں جو نازل ہوئیں تھیں۔"

"تم ایسا کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"میں ایسا اس لیے کہہ رہی ہوں کہ یہودیوں کے پاس جو بائبل ہے اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کا ہونا چاہیے تھا وہ نسخہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نو سو سال کے بعد کا ہے اور وہی سب سے قدیم نسخہ ہے۔"

"اور تمہارا قرآن۔"

"اس کا جواب اگر میں اپنی طرف سے دوں گی تو تم یقین نہیں کرو گے میں تمہیں فرانس کی ایک چرچ کی تحقیق کا قصہ سناتی ہوں جنہوں نے چالیس بائبل اور دنیا کے مختلف علاقوں سے ستر ہزار قرآن جمع کیے اور چالیس سال بعد انہوں نے رپورٹ پیش کی جس میں چالیس بائبل ایک دوسرے مختلف سے تھیں اور قرآن میں زیر زبر تک الگ نہ تھا۔"

"تمہارا ماننا ہے کہ یہ بھی نبیوں پر ہی نازل ہوئیں پھر یہ محفوظ کیوں نہ رہیں۔" وہ مزید

الجھا۔

"محقق کہتے ہیں کہ "اس دور میں لوگ اسے صرف یاد کرتے تھے اور آگے پہنچاتے تھے ایک جنریشن سے دوسری جنریشن تک ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے تک' ایک چرچ سے دوسرے چرچ تک اور پھر اسے آگے پہنچانے کا کوئی منظم طریقہ نہ تھا کوئی لیڈر نہ تھا جس کا جو دل چاہتا تھا آگے پہنچاتا تھا اور جو دل چاہتا دل میں ہی رکھ لیتا تھا پھر آگے کی نسلوں میں یہ ہونے لگا کہ جو جنگیں ہوتیں اسے بھی بائبل کا حصہ بنالیا جاتا کسی کی شادی تو کسی کی پیدائش ان چیزوں کو بھی بائبل میں ڈال دیا گیا اس طرح یہ محفوظ نہیں رہ سکا۔"

"یہ سب کچھ تمہارے قرآن کے ساتھ نہیں ہوا۔" وہ حیرانگی سے بولا۔

"یہ سب ہمارے قرآن کی ساتھ کبھی ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ قرآن انسانیت کی نجات اور اس کی بقا ہے۔قرآن مکمل ہے جبکہ توریت اور انجیل جس وقت نازل ہوئی تھیں تب بھی وہ مکمل نہ تھیں۔ ان کے احکام' ان کی شریعت مکمل نہ تھی ان کو اس وقت سے یہ حکم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے ان کا حکم کامل ہے' ان کی شریعت کامل ہوگی اور ان کی اطاعت سب کی اطاعت ہوگی اور اس وقت بھی اگر کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کا انکار کرے اور موسیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مانے تو کافر ہے ہو اور آج بھی کوئی موسیٰ عیسیٰ علیہہ السلام کو مانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرے تو وہ بھی کافر ہے۔"

اس نے بریانی کو دم لگایا اور رائتہ سلاد کا سامان لے کر ٹیبل پر آبیٹھی۔

"اور خود مسلمان بھی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ اپنی آل مال اور جان سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ چاہیں۔"

"ان دونوں مذہب میں کچھ تو سچ یا حق ہوگا۔" وریام کپور کا سر پھٹنے لگا۔

"حق تو وہی ہے جو تیرے رب کے پاس سے ہے۔" (سورۃ بقرۃ آیت 47) پھر میں کیسے سوچوں کہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں سچائی ہوسکتی ہے کیونکہ اسی آیت کے اگلے حصے میں مجھے شک کرنے سے بھی منع کیا جارہا ہے۔"

"حق تو وہی ہے جو تیرے رب کے پاس سے ہے تو خبردار تُو شک نہ کرنا۔"

وہ اس کے پاس سے چلا تو گیا لیکن اندر کی بے چینی کسی صورت کم نہیں ہورہی تھی۔

وہ اپنے کام میں مگن رہی وریام واپس اندر نہیں آیا۔

****

"جب ان دو قوموں کو تمہارے نبی کی آمد کا پہلے سے ہی علم تھا تو پھر وہ ان کے آنے

پر ان کے منکر کیوں ہوئے۔" دو دن بعد برف باری رکی تو وہ اوپر چلی گئی تھی۔

"یہ تو تم بتاؤ کہ کیوں منکر ہوگئے تم لوگ؟" اس نے اسے دیکھا۔

"ہم لوگ؟" تھرماس سے چائے انڈیلتا اس کا ہاتھ رک گیا۔

"ہم لوگوں کے پاس تمہارے نبی کی آمد کا تو کوئی ذکر نہیں ہے۔"

"تم لوگ کیسے ہو اپنے ہی مذہب کو پورے طور سے نہیں پڑھتے اور ہمارے مذہب پر انگلیاں اٹھاتے ہو' تمہارے ایک مذہبی پیشوا نے ہمارے قرآن کی سورۃ الانفال کی ایک آیت جس میں ہمیں مشرکوں سے جنگ کرنے کا کہا گیا ہے اس نے مشرکوں کو ہندو کا معنی دے دیا اور پھر اس کے بعد مسلم ہندو فسادات شروع ہوگئے اگر تم اپنے ہی مذہب کو صحیح سے پڑھ لو سمجھ لو تو ہدایت یافتہ ہوجاؤ گے' مسلمان ہوجاؤ گے کیونکہ یہ ایک بہت بڑی غلط فہمی رائج ہے کہ اسلام ایک نیا مذہب ہے جو چودہ سو سال پہلے وجود میں آیا۔ اسلام اس وقت سے ہے جب آدم علیہ السلام نے زمین پر قدم رکھا ان کا مذہب یہی تھا کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں' نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا باپ۔" اس کے بعد جو بھی آیا وہ یہی پیغام لایا ساتھ میں یہ کہ ایک "تعریف کرنے والا آئے گا" ہمارے نبی کا نام پچھلی قوموں میں احمد تھا یعنی "تعریف

کرنے والا" لیکن ہم انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں اس کا مطلب ہے "جس کی تعریف کی جائے" دنیا کے پہلے شخص آدم علیہ السلام سے بھی قبل آپ کی تعریف کی گئی اور آخری شخص کی پیدائش کے بعد بھی آپ کی تعریف ہوئی حتیٰ کہ حساب کے دن آپ کو مقام محمود پر کھڑا کیا جائے گا۔ مقام محمود وہ جگہ ہوگی جہاں مسلم اور مشرک سب آپ ﷺ کی تعریف کریں گے اور تم جانتے ہو کہ تمہاری اہم مذہبی کتاب اتھرواوید کے کچھ حصوں میں ہمارے نبی کی آمد کی پیشن گوئیاں ہیں ان کی نشانیاں ہیں۔ وہ وید سنسکرت زبان میں ہیں ناں۔" اس نے رک کر اسے دیکھا اور وریام کپور کی دھڑکنیں تک رک چکی تھیں۔

"وید میں لکھا ہے کہ "وہ ذات کہ جس کی تعریف و تحسین کی گئی" اس کا عربی ترجمہ کرو تو "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" بنے گا۔" وریام کپور کے چہرے پر پسینہ نمودار ہوگیا۔ "ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کے گھیرے میں بھی حفظ و سلامتی میں ہے۔" اور ہم تاریخی طور پر یہ بات جانتے ہیں کہ مکہ کی اس وقت کی آبادی اس قدر تھی اور ایک جگہ لکھا ہے کہ "وہ اونٹ پر سواری کرے گا' وہ جس کی سواری آسمانوں کو چھو لیتی ہے" یہاں یہ بات تو واضح ہوگئی کہ اس سے مراد کوئی ہندوستانی شخصیت ہرگز نہیں ہے

اور وہ اس لیے کہ برہمنوں کے لیے اونٹ کی سواری کرنا ان کے دھرم کی رو سے ممنوع ہے" اور وہاں لکھا ہے کہ "وہ پوری کائنات کا بادشاہ ہے" اور ہمارے پاس اترا کہ "آپ کو تمام جہان کے لیے رحمت بناکر بھیجا گیا اور انہی وید میں ایک ورڈ rebh سنسکرت لفظ استعمال ہوا ہے اس کا اگر عربی ترجمہ کیا جائے تو وہ لفظ "احمد" بنے گا لیکن تمہارے اہل علم نے اس لفظ کا لغوی معنی متعین کرنے میں ٹھوکر کھائی ہے اور اس لفظ کو "احمد" کے بجائے "رحمت' سمجھ کر ترجمہ کرنے کی سعی رائیگاں کرتے رہیں۔ اس میں یہی بتایا گیا ہے کہ "احمد کو ابدی سرمدی اور دائمی قانون مرحمت فرمایا گیا ہے" اس سے مراد اسلام کا "قانون شریعت" ہے۔ اس کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی لیکن وریام کپور ایک جھٹکے سے اٹھا اور آگے بڑھ گیا مزید سننے کی اس میں تاب نہ تھی اور وہ افسردہ سی بیٹھی رہی' اللہ جسے چاہے ہدایت دے بے مراد لوگ تو یونہی اپنے کانوں کو بند کرکے راہ بدل لیتے ہیں۔"

****

"کیا کوئی بھی مذہب قبول کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔" وہ آج ایک ہفتہ بعد آیا تھا اوزگل کو لگا کہ وہ شاید اب کبھی نہیں آئے گا اور آج بھی وہ چاچو کی خراب طبیعت کا

سن کر انہیں دیکھنے آیا تھا۔

"کوئی بھی مذہب قبول کرنا ضروری نہیں ہوتا۔" اس نے "کوئی بھی" پر زور دیا۔

"سوائے اسلام کے صرف اسلام قبول کرنا ضروری ہوتا ہے' اللہ کو واحد لاشریک ماننا بہت ضروری ہے' سانسوں سے کہیں زیادہ ضروری ہے اللہ کی اطاعت ہر چیز سے زیادہ ضروری ہے' جیسے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے ہوش سنبھال کر اپنے ماں باپ سے محبت کرتا ہے اور اس محبت سے پہلے اللہ کی محبت ضروری ہے۔"

"لیکن بچہ جب پہلا لفظ بولتا ہے تو وہ ماں ہوتا ہے اللہ تو نہیں ہوتا پھر اللہ کی محبت۔ مجھے یہ بات کچھ سمجھ نہیں آرہی ہے اگر اللہ کی محبت اتنی ضروری ہوتی ہے تو بچہ پہلے اللہ کیوں نہیں بولتا کیونکہ اللہ کو نفس کی ضرورت نہیں ہوتی' ماں کو ہوتی ہے بچے کا دل پہچانتا ہے اور ماں کو اس کی زبان جانتی ہے۔ اللہ ہمیں (سانس) زندگی دیتا ہے اور ماں باپ ہمیں مذہب دیتے ہیں' اللہ ہمیں شعور دیتا ہے جس میں ہم کامیابی یا بربادی کو چن لیتے ہیں۔"

"تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ انسان کا دل اللہ کو پہچان لیتا ہے۔"

"میں ایک ڈاکٹر ہوں' ایک شخص میرے پاس آکر کہتا ہے اسے بخار ہے' میں فوراً

کہوں گی کہ وہ بخار کی دوا لے اس کا بخار اتر جائے گا۔ کیا تم تب بھی یہ کہو گے کہ مجھے کیسے پتا میں ایسا کیسے کہہ سکتی ہوں۔ نہیں' تم ہرگز نہیں کہو گے کیونکہ تم جانتے ہو میں ایک ڈاکٹر ہوں' میں نے اس بارے میں تحقیق کی ہے تبھی کہہ رہی ہوں۔'' وہ لب بھینچ کر رہ گیا کیونکہ وہ مسلمانوں کی تحقیق کا معترف ہو رہا تھا' اس ایک ہفتہ میں اس نے اپنے مذہب کی وہ سب کتابیں انگلش ترجمہ سے پڑھ لی تھیں جن کا حوالہ اذ گل نے دیا تھا اور الیکٹرونک کے دور میں ایک کم ترقی یافتہ علاقے میں اسے یہ سب کتابیں حاصل کرنے میں کوئی مشکل نہ پیش آئی تھی۔

''تم لوگ بت پرستی کے خلاف ہو تو پھر اس پتھر کی عمارت کی پوجا کیوں کرتے ہو۔''

وہ شاید یہ سوال بھی کہیں سے لے کر آیا تھا وہ یقینا خانہ کعبہ کی بات کر رہا تھا۔

''معاذ اللہ... ہم اس کی پوجا نہیں کرتے' اس کا بے پناہ احترام کرتے ہیں۔ اتنا احترام کہ اگر ہمارے گھر کے اندر کوئی اس سمت پیر ہی کر لے تو ہم لوگ غصہ میں آجاتے ہیں اور وہ ہماری عبادت گاہ ہے' ہمارا معبود نہیں بلکہ یہ مقدس مقام تو ہماری عبادت کے لیے سمت متعین کرتا ہے یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کر کے مسلمانوں کو نماز ادا کرنی چاہیے۔ ہم صرف اللہ کو ہی سجدہ کرتے ہیں' اس کے علاوہ کسی مخلوق کے سامنے جھکنے

یا سجدہ ریز ہونے کی کسی مسلمان کو مطلقاً اجازت نہیں ہے۔'' وہ لمحہ بھر کو رکی اور اسے دیکھنے لگی۔

''اور تمہیں ایک دلچسپ بات بتاؤں کہ خانہ کعبہ پوری زمین کا مرکزی مقام یعنی سینٹرل پوائنٹ ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں کے جغرافیہ دانوں نے پوری دنیا کا نقشہ تیار کیا اور انہوں نے یہ نقشہ اس طرح تیار کیا کہ اس میں جنوب کو اوپر کی جانب اور شمال کو نیچے کی جانب رکھا' اس نقشہ کی رو سے خانہ کعبہ پوری دنیا کے بالکل وسط اور عین مرکزی مقام پر آتا تھا پھر مغربی جغرافیہ دانوں نے دنیا کے نقشے تیار کیے انہوں نے مسلمانوں کے بنائے ہوئے اصولوں کو الٹا کر دیا' ان نقشوں میں شمال کو اوپر کی جانب جبکہ جنوب کو نیچے کی جانب رکھا گیا لیکن اس کے باوجود کعبۃ اللہ اس نقشے کے عین وسط میں ہے۔ اس پر جتنی بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے کم ہے۔'' وہ بس خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''شکر ہے آج وریام کی شکل تو نظر آئی مجھے۔'' چاچو نے کمرے سے نکلتے ہوئے کہا تو وہ چونک کر ان کی طرف متوجہ ہوا۔

''جی بس کچھ کاموں میں مصروف تھا۔'' وہ باوجود کوشش کے نہ مسکرا سکا۔

"اچھا' اب اگر اپنے کاموں سے فارغ ہوگئے ہو تو ذرا ہمارا بھی ایک کام کردو۔"

"جی فرمائیں۔" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

"اصل میں اوزگل کو اپنی کچھ ضروری چیزیں خریدنے بازار جانا ہے اس کا آج میرے ساتھ جانے کا پروگرام تھا مگر میری طبیعت خراب ہے۔ پرسوں اسے کراچی کے لیے نکلنا ہے سو بازار جانے کا کام ٹالا بھی نہیں جاسکتا اگر تم اسے لے جاؤ تو مہربانی ہوگی۔"

"چاچو میں اکیلی بھی جاسکتی ہوں۔" وہ حقیقتاً اچھل پڑی بھلا وریام کے ساتھ جانے کی کیا تُک بنتی تھی۔

"بیٹا برف باری کے دن نہ ہوتے تو میں آپ کو اکیلے بھیجنے پر کوئی اعتراض نہ کرتا۔"

"مگر چاچو"...

"مجھے بھی شاپنگ کرنی ہے اور کتنے دنوں سے جانے کا سوچ رہا تھا مگر اکیلے جانے کا دل نہیں چارہا تھا اب اچھا ہے تم ساتھ چلو گی تو مجھے شاپنگ کے معاملات میں بھی گائیڈ کردو گی۔" وہ فوراً کھڑا ہوگیا تو وہ چاچو کو دیکھنے لگی اسے وریام کپور کا ساتھ کتنی اذیت دیتا تھا چاچو جانتے ہی نہیں تھے۔ وہ دنیا سے اتنی روٹھی ہوئی تھی کہ اسے کوئی واپس اس زندگی کی طرف لاہی نہیں سکتا تھا اس کے گرد اتنی اونچی دیواریں کھڑی تھیں

کہ ان اونچی فصیلوں کو کوئی پاٹ نہیں سکتا تھا۔

"اوزگل چلیں۔" وریام کپور نے پکارا تو وہ لبوں کو بھینچتی ہوئی اس کے پیچھے چل دی۔

وریام کپور کو فتح کے لیے بنایا گیا تھا اوزگل نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس کی مفتوح بن جائے۔

"تم کراچی جارہی ہو؟" گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"ہوں۔"

"واپس کب آؤ گی۔"

"جب تم یہاں سے جاچکے ہوگے۔" اس نے لبوں کو بھینچ کر دل کی بھڑاس نکالی' وہ جا ہی اس لیے رہی تھی کہ وہ مزید وریام کپور کو سہنے کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ وریام کپور کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم ہو۔

"وہاں کون ہے تمہارا' تم تو دو سال سے یہیں ہو اور کبھی کہیں نہیں گئیں۔" وہ اس کے بارے میں کافی جانتا تھا۔

"میری تائی ہیں وہاں' ان کی طبیعت خراب ہے اور مجھے یاد کررہی ہیں۔" اس نے کہا تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔

"کب سے بیمار ہیں۔"

"پچھلے سات سالوں سے وہ ٹھیک نہیں ہو پا رہیں۔ پتا نہیں یہ موت کسی کو اتنی اچانک آجاتی ہے کہ حیران رہ جاتے ہیں اور کسی کو اتنا سسکاتی ہے' تڑپاتی ہے کہ اس کے اردگرد والے بھی موت کی دعائیں مانگتے ہیں۔" وہ اس وقت وریام کے ساتھ تو کیا خود اپنے ساتھ نہیں تھی وریام ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا شاپنگ کر کے وہ جس وقت گھر آئے پانچ بج رہے تھے اور چاچو کے ساتھ اسفند کی فیملی کو لاؤنج میں دیکھ کر اوزگل نے ایک گہرا سانس لیا وہ جسے بھول چکی تھی وہ مصیبت ٹلی نہیں تھی' چاچو کی سنجیدگی کہہ رہی تھی کہ موضوع گفتگو کیا ہے۔

"السلام علیکم!" وریام نے سارے شاپنگ بیگز صوفے پر رکھ دیے اوزگل آگے بڑھ کر اسفند کی والدہ کے گلے ملی انہوں نے اسے بڑی محبت سے گلے لگایا تھا۔

"بس بھائی صاحب آپ اپنا یہ ہیرا ہمیں سونپ دیں یقین کریں اپنی بیٹی کی طرح خیال رکھیں گے اور محبت دیں گے اوزگل کو۔" ان کی بات پر اس نے چاچو کو دیکھا' اسفند نے مسکرا کر اس کے صبیح چہرہ کو تکا تھا۔

"اسفند کی والدہ آپ کا پرپوزل لائی ہیں۔" چاچو نے سنجیدگی سے بتایا۔

"آپ نے آنٹی کو بتایا نہیں چاچو کہ میں شادی شدہ ہوں۔" اسفند کی فیملی بری طرح چونکی۔ "میں مسز حضرہ صہیب خان ہوں۔"

"کیا... کیا مطلب؟" اسفند کے والد حیرت زدہ رہ گئے۔

"میں جانتا ہوں آپ کے نکاح کے متعلق اوزگل مگر وہ شخص آپ کو چھوڑ گیا ہے۔"

سعدیہ کو جو اس کے بارے میں معلوم تھا وہ اسفند کو کیسے نہ پتا ہوتا۔

"اس نے مجھے چھوڑا تھا مجھ سے ناطہ توڑا نہیں تھا' وہ لوٹ آیا ہے۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف آ گئی اور خاموشی سے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لیٹ گئی۔ کئی گھنٹے گزر گئے تھے اسے اسی پوزیشن میں پھر چاچو کے خیال نے اسے اٹھے پر مجبور کیا ان کی طبیعت خراب تھی وہ باہر آئی تو چاچو کو وہیں لاؤنج میں دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا ان کے اور اپنے لیے کھانا نکالا' ان کو دوائی کھلائی پھر شاپنگ بیگز اٹھا کر اپنے کمرے میں آ گئی اور اپنا بیگ پیک کرنے لگی تبھی شاپنگ بیگ سے ایک بریسلیٹ نکلا یہ وریام نے خریدا تھا اس کی واحد خریداری پر وہ چونک گئی تھی۔

****

"پریا..." وہ جو اس کے خوب صورت چہرے کو تکتے ہوئے کھوئی ہوئی تھی چونک گئی۔

"ہوں۔"

"تمہیں پتا ہے میں پچھلے ایک ماہ سے کہاں تھا؟"

"مجھے یہ پتا ہے کہ تم اس وقت میرے ساتھ ہو۔" وہ اس سے اتنی محبت کرتی تھی کہ کبھی اس سے کوئی شکوہ نہیں کرتی تھی اور وریام ہر بار اپنا دم گھٹتا محسوس کرتا تھا۔

"پلیز پریا... مجھ سے نفرت کرو کتنے سال ہوگئے ہیں میں ایک بار بھی تمہیں تمہارا حق' تمہارا پیار نہیں دے پارہا ہوں' میں ایسا کیوں ہوگیا ہوں میں نہیں جانتا۔"

"میں جانتی ہوں پھر تم سے شکوہ کیوں کروں۔" اس نے دل میں سوچا وہ اپنے بالوں کو نوچ رہا تھا' پریا نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں کو تھاما اس کے بالوں کو چھڑوایا۔

"یہ کیا پاگل پن ہے وریام' تم کیوں ایسا کررہے ہو' مت دو خود کو اذیت تم میرے سامنے ہو میرے لیے یہ ہی کافی ہے' ضروری نہیں کہ تم مجھے پہلے کی طرح پیار کرو۔"

اس نے کہتے نظریں چرائیں۔

"پریا میں پاکستان میں تھا۔" اس کے الفاظ نے پریا کپور کے قدموں تلے زمین کھسکا دی' یہ تو اسے معلوم تھا کہ وریام کپور کو پانے کی وہ کتنی کوشش کرے وہ اسے مل نہیں سکتا مگر وہ یوں چھن جائے گا اسے معلوم نہیں تھا۔

"تمہیں میری ہر بے قراری کا بے چینی کا علم ہے پریا' کچھ چھپا نہیں ہے تم سے اور اب میں تم سے یہ بھی نہیں چھپانا چاہوں گا پریا کہ وہاں میں نے خود کو پُرسکون محسوس کیا۔ پریا ماں کہتی ہے مندر جاکر سکون ملتا ہے وہاں میں ایک بار بھی مندر نہیں گیا' وہاں کوئی اور دنیا تھی پریا... وہ منظر کچھ اور منظر تھا' وہ لمحے' وہ پل مجھے کبھی میسر نہیں آئے' وہ سکون مجھے کبھی نہیں ملا پتا ہے پریا وہاں مجھے کون ملا؟" اس نے رک کر پریا کو دیکھا جو ایک بری خبر کے لیے خود کو تیار کررہی تھی۔

"وہاں مجھے اسلام ملا۔" پریا نے سر جھکالیا یہ اتنی اذیت دہ خبر نہ تھی کیونکہ وہ نہیں چاہتی کہ وریام کو کبھی پتا چلے کہ وہ اسے اسلام کی طرف لانا چاہتی ہے یہ تو خود اس نے وریام سے کہا تھا کہ "سکون پانے کے لیے تم دنیا کے مذاہب بھی اسٹڈی کرو یقینا کوئی نہ کوئی مذہب تمہیں سکون دے گا" اور اسے پورا یقین تھا کہ اسلام اسے یہ سکون ضرور دے گا لیکن تکلیف تو یہ تھی کہ اسلام اسے پاکستان میں ملا اور جس کے لیے ملا تھا پریا کو اس کا بھی علم تھا۔

"تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو میں تمہارے ساتھ ہوں' میں بھی مسلمان ہوجاؤں گی۔"

پریا نے وہی کیا جس کا وریام کپور کو پہلے سے پتا تھا' وریام کپور پریا کپور کا شوہر ہی

نہیں اس کا عشق بھی تھا وہ اگر سانس لیتی تھی تو صرف وریام کپور کے لیے۔

"کبھی میں تم سے پیار کرتا تھا پریا... بہت پیار کرتا تھا۔" وہ اس سے سوال کر رہا تھا لیکن اس وقت ہاں یا ناں کرنے کے لیے پریا کے پاس طاقت نہیں تھی۔

"وہ پیار مجھے یاد کیوں نہیں آتا پریا' اس محبت کا ہر لمحہ کیسے میری یادوں کی گرفت سے چھوٹ گیا' ایسا کیوں ہوگیا' تم مجھے اجنبی کیوں لگنے لگی ہو۔" وہ پھر اذیت سے تڑپنے لگا وہ پریا سے شرمندہ تھا' وہ پریا جو اس کے لیے جیتی مرتی تھی وہ اسے محض نام سے جانتا تھا۔ کسی احساس سے نہیں وہ اور پریا بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ تھے دس سال پہلے ان کی شادی ہوئی تھی وہ ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے پھر ان کی زندگی ایک حادثہ کا شکار ہوگئی پریا کی محبت تو عشق بن گئی مگر اس کا پیار کہیں کھوگیا پریا ماں بننے والی تھی اور پریا کی ڈیلیوری ٹائم وہ اسے ہسپتال لے جارہا تھا کہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا اس ایکسیڈنٹ میں پریا نے اپنے بچے کے ساتھ ساتھ اپنے شوہر کو بھی کھودیا' وہ کومہ میں چلا گیا۔ تین سال بعد اسے ہوش آیا لیکن اس کی یادیں واپس نہیں آئی تھیں اس کے سب رشتہ دار اسے یاد دلاتے پریا اسے امریکہ لے گئی اس کا بہترین علاج ہوا وہ نارمل ہوگیا لیکن پریا اور اس کے درمیان ایک فاصلہ پیدا ہوگیا اور

جب پریا فاصلہ کم کرنے کی کوشش کرتی تو وہ مزید دور نظر آتا کوئی کہیں تھا جو اسے پریا سے کھینچ کر دور کر دیتا تھا وہ جتنی تکلیف میں تھا پریا اس سے بھی کہیں زیادہ تکلیف میں تھی۔

"وریام کو تمہارے قریب تمہارا بچہ ہی لاسکتا ہے' تم اس بارے میں کوئی پلاننگ کرو۔" وہ پریا کی مخلص دوست تھی اور پریا خود پر ہنس کر رہ گئی۔

"وہ کبھی میرے قریب نہیں ہوسکتا' تمہیں پتا ہے انیتا' تین سال ہوگئے ہیں اسے ہوش میں آئے اب وہ بہت نارمل ہوچکا ہے اگرچہ اسے کچھ بھی یاد نہیں ہے لیکن جب وہ میرے قریب ہوتا ہے اور میں اس کے قریب آتی ہوں تو وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپتا ہے۔"

"پریا... پریا یہ کون سی خوشبو لگائی ہے تم نے میرا دماغ پھٹ رہا ہے' مجھے کچھ ہورہا ہے پلیز دور ہوجاؤ مجھ سے' یہ خوشبو مجھ سے برداشت نہیں ہورہی۔" اور پتا ہے انیتا وہاں کوئی خوشبو نہیں ہوتی اس سے پوچھ پوچھ کر تھک جاتی ہوں کیسی خوشبو وریام کیسی خوشبو... وہ کچھ نہیں بتاتا بس میرے اور اس کے بیچ فاصلہ پہلے سے بھی دوگنا ہوجاتا ہے۔"

"پریا وہ تمہیں اب کچھ نہیں دے سکتا' نہ پیار نہ اولاد نہ ہی زندگی۔"

"مجھے لگا تھا کہ میں سب کچھ پالوں گی' یہ میرے ساتھ کیا ہوگیا وہ میرے پاس ہے لیکن میرا نہیں ہے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی رہی یہ رونا خود اس نے اپنے مقدر میں لکھا تھا اور اب اسے صبر سے رونا تھا اور وہ رو رہی تھی شاید ہمیشہ کے لیے کیونکہ وریام اس کا نہ کبھی ہوا تھا اور نہ ہوسکتا تھا۔ پریا کپور کا عشق ہار گیا تھا اس کا پیار اور خلوص ہار گیا تھا کیونکہ جیتنے کے لیے کوئی کہیں موجود تھا۔

****

"وریام کپور..." وہ آسیب پھر اس کے سامنے تھا' اس نے تیزی سے نظریں گھما کر تائی کو دیکھا جو اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی ایک سوٹ میں بزی تھیں۔

"اوزگل کیسی ہیں آپ؟" وہ اسے دیکھ کر پہلے کی طرح بے تکلفی سے "تم" نہ کہہ پایا۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" وریام چونکا اسے اوزگل کی یہ بوکھلاہٹ سمجھ نہیں آرہی تھی۔

"میں یہاں شاپنگ کے لیے آیا تھا اور آپ؟"

"آپ پلیز ابھی یہاں سے جائیں میں آپ سے بعد میں بات کروں گی۔" اس نے پھر تائی کی طرف دیکھا' وہ بہت زیادہ گھبرا رہی تھی۔

"آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟" وہ حیران ہوا۔

"آپ پلیز ابھی جائیں یہاں سے۔" وہ لب بھینچتا پلٹ گیا تھا۔

"اوزگل دیکھو بیٹا یہ سوٹ کیسا لگے گا الیشبہ کے لیے۔" تائی نے آواز دی تو وہ ان کی طرف بڑھی۔

"تائی پلیز گھر چلیں' میری طبیعت خراب ہورہی ہے۔"

"کیا ہوا؟" وہ حیران ہوئیں جواباً وہ کچھ نہیں بولی' وہ جلد سے جلد ان کو یہاں سے لے جانا چاہتی تھی اگر تائی وریام کو دیکھ لیتیں تو کیا ہوتا اسے پتا تھا۔

"تم ٹھیک تو ہو ناں اوز گل... ڈاکٹر کے پاس چلیں؟" وہ ان کا ہاتھ تھامے اتنا تیز چل رہی تھی کہ انہیں بھاگنا پڑ رہا تھا لیکن پارکنگ میں پہنچتے ہی اس کی سانس سینے میں اٹک گئی جب ان کی گاڑی کے برابر والی گاڑی سے وریام کپور اس کے رویے کے باعث حیران پریشان سا ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ تائی نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوایا اور بے یقینی سے ان کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک پھیل گئیں۔ اپنی گاڑی کی وہ ڈرائیونگ سیٹ کے

دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا تھا انہوں نے داہنا ہاتھ وریام کی طرف میکانکی انداز میں بڑھایا تو وریام کپور چونکا پیچھے کھڑی اوزگل نے لب بھینچ لیے تھے۔

"حمزہ...!" انہوں نے وریام کے چہرے کو چھوا اور اگلے ہی پل ان کا دل بند ہوگیا وہ زمین بوس ہوجاتیں اگر وریام انہیں نہ سنبھالتا۔

"تائی..." اوزگل یک دم چیخی اور آگے بڑھ کر اس نے پچھلا دروازہ کھولا اور وریام نے پھرتی سے تائی کو لٹایا۔

"تم سے کہا تھا ناں میں نے کہ چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ غصے سے چیخی۔

"میں..." وہ اس کے غصے سے خائف ہوا۔ "میں اپنی گاڑی کے پاس کھڑا تھا مگر ان آنٹی کو کیا ہوا؟" اس نے پریشان ہوکر تائی کو دیکھا جن کا سر اس کی گود میں تھا' اوزگل نے لب بھینچ لیے وہ انہیں قریبی ہسپتال لے آئی تھی۔

"اب تم جاؤ۔" ڈاکٹرز فوری ٹریٹمنٹ کے لیے تائی کو لے گئے تھے تبھی وہ اس کی طرف مڑے' وہ اسے دیکھتا رہ گیا وہ کیوں اتنی اجنبی بن گئی تھی اسے سمجھ نہیں آیا۔

"حمزہ..." وہ دونوں چونک کر پلٹے' الیشبہ اپنی بیٹی کو چیک اپ کے لیے لائی تھی اور ملیحہ اس کے ساتھ تھی' وہ دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے وریام کپور کو دیکھ رہی تھیں۔

"حمزہ..." الیشبہ تیزی سے آگے بڑھی شاید وہ اس کے گلے لگ جاتی اوزگل اس کا ہاتھ نہ پکڑ لیتی وریام کے لیے یہ سچوئشن ناقابل قبول تھی۔

"یہ حمزہ نہیں ہے' یہ وریام کپور ہے... وریام کپور... اوکے۔" وہ غصے سے چیخ پڑی۔

"یہ ہمارا حمزہ نہیں ہے' مر گیا ہے وہ مر چکا ہے... یہ محض اس کا ہم شکل ہے یہ آسیب ہے جو مجھے تنگ کرنے چلا آیا ہے۔ یہ میرا حمزہ نہیں ہے پلیز... پلیز وریام کپور چلے جاؤ میری برداشت کا مزید امتحان مت لو' چلے جاؤ یہاں سے..." وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر رو دی' اسے کتنی اذیت کا سامنا تھا وریام کپور نہیں جانتا تھا۔

****

اے ساقی سن فریاد میری
کبھی دنیا تھی آباد میری
میں پریم نگر کا باسی تھا
اور پیار کا اتنا عادی تھا
سانسیں بھی پیار سے چلتی تھی
دھڑکن بھی گیت سنتی تھی

نہ کھانا پینا عشق سوا

نہ چلنا پھرنا عشق بنا

جو اپنوں نے دل توڑا ہے

اپنا کے ہم کو چھوڑا ہے

کیا کسی سے ہم فریاد کریں

دن رات اسے ہی یاد کریں

اب ایسا اپنا حال ہوا ہے

کہ جینا بھی دشوار ہوا ہے

اے ساقی سن فریاد میری

کبھی دنیا تھی آباد میری...

وہ شروع سے یوں تنہا نہیں تھی' اس کی دنیا بہت خوب صورت تھی۔ آج تنہائی نے اسے کتابی کیڑا بنادیا تھا پہلے تو اپنی نصاب کی کتب پڑھنے کا اس کے پاس وقت نہیں تھا' کیا وقت آیا تھا کل تک وہ ان کتابوں سے بھاگتی تھی آج ان کے پیچھے بھاگتی تھی کیونکہ زندگی کی یہ چلتی سانسیں گزر جائیں اس کے لیے وہ ساکن تو نہیں رہ سکتی تھی اسے کچھ

کرنا تھا اور انسانوں سے اسے ڈر لگنے لگا تھا تو اس نے پناہ گاہ ان کتابوں کو بنالیا تھا۔ ان کتابوں نے اسے کتنا علم دیا تھا یہ تو اسے وریام کپور سے مل کر ہی پتا چلا' کاش اتنا علم نہ سہی کم از کم لوگوں کو پہچان لینے کا علم ہی اسے پہلے ہوتا تو شاید آج وہ تنہا نہیں ہوتی۔

****

''ماما یہ اوز کی بک ہے۔'' اے فار ایپل کی کلرڈ بک کو حمزہ صہیب خان بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

''جی یہ گل کی بک ہے اور یہ آج سے آپ کے ٹیوٹر سے ٹیوشن پڑھے گی پھر اگلے ماہ ہونے والے ایڈمیشن میں آپ کے ساتھ اسکول جائے گی۔'' ماما مسکرائیں۔

''ماما یہ بک مجھے پوری آتی ہے آپ کہیں تو میں اوز کو ٹیوشن دوں۔'' اس کی بات پر ماما ہنس دیں۔

''اوکے آپ گل کو ٹیوشن پڑھا دو۔'' انہوں نے اجازت دی اور وہ فوراً کتابیں لے کر اوزگل کو پڑھانے پہنچ گیا۔

''آؤ اوزگل میں آپ کو پڑھاؤں۔'' وہ اسے اندر لے آیا اوزگل کو وہاں کھیلتے بچوں

کے ساتھ اتنا مزہ آرہا تھا کہ اسے حمزہ کا یہ اقدام قطعی پسند نہ آیا اور وہ مسلسل باہر جانے پر بضد تھی مگر وہ حمزہ تھا جو اپنی پڑھائی کے معاملے میں اتنا کانشس رہتا تھا اور اب تو معاملہ اذ گل کا تھا جس کے لیے وہ خود سے زیادہ فکر مند رہتا تھا اور صرف ایک ماہ کے قلیل عرصے میں اس نے اذ گل کو کھیل کھیل میں ساری بکس رٹوا دی تھیں۔

"واہ بھئی میرے بیٹے نے تو ٹیوٹر کی فیس بچالی۔" ماما مسکرائیں۔

اوزگل کا ایڈمیشن ہوگیا اور یہ اوزگل کی نہیں حمزہ کی ذہانت تھی پھر اس نے کبھی ٹیوشن نہیں پڑھی۔حمزہ ہر جگہ اس کا گارڈ بنا رہا' وہ اس کی ہاؤس جاب کا پہلا دن حمزہ کے پاپا کے آفس کا پہلا دن اور وہی امریکہ سے اس کی پھوپو کی آمد کا دن تھا۔ وہ سارے کزنز پھوپو کو گھیرے میں لیے بیٹھے تھے پھوپو کے تین بچے تھے بڑا بیٹا شازم خان' عشنا خان اور پھر ماہ روز تھی' بیٹا تو آیا ہی نہیں تھا اور ماہ روز بڑی چلبلی سی تھی فوراً ان سب کزنز سے دوستی ہوگئی تھی سب کزنز کی متفقہ رائے کے تحت عشنا خان مغرور تھی۔

"وہ اتنی خوب صورت ہیں۔" اذ گل کو خوب صورت لوگ مغرور ہی اچھے لگتے تھے' بڑے تایا کی الیشبہ اور چھوٹے تایا کی ملیحہ نے اسے گھور کے دیکھا کیونکہ ان کے گھر میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین تھا اور اگر سبھی یہاں کسی کے آگے مات کھاتے تھے تو

وہ حمزہ صہیب خان تھا۔

"السلام علیکم!" اوزگل بار بار کن انکھیوں سے عشنا خان کو دیکھتی رہی تھی اسے شاید کوئی بیماری تھی خوب صورت لوگوں کو چپکے چپکے دیکھنے کی تبھی پہلے دن کی کچھ تھکن چہرے پر سمیٹے اور پھوپو کی آمد پر بے حد خوشدلی کے تاثرات سجائے حمزہ صہیب خان اندر داخل ہوا تھا۔جس طرح عشنا کو دیکھ کر وہ سب چونکے تھے اسی طرح حمزہ صہیب خان کو دیکھ کر عشنا خان کے ساتھ ساتھ پھوپو بھی قدرے چونک گئیں ان کے تین بھائیوں کے درمیان یہ ایک ہی بیٹا حمزہ صہیب خان تینوں بھائیوں کا وارث ان کے خاندان کا نام لیوا تھا' وہ آکر ان کے قریب سر جھکا کر کھڑا ہوا تو انہوں نے اٹھ کر اسے گلے لگالیا تھا دل بے تحاشا خوشی سے بھر گیا تھا' عشنا خان یک ٹک اسے دیکھے جارہی تھی۔

"بھیا جی ہم بھی پڑے ہیں راہوں میں۔" ماہ روز نے کہا تو وہ مسکراتا اس کی طرف پلٹا۔

"السلام علیکم! کیسی ہیں آپ لوگ؟" اس نے ایک نظر عشنا پر ڈالی اور اگلی نظر ماہ روز پر۔

"بالکل ٹھیک اور آپ کیسے ہیں؟" ماہ روز کھل اٹھی تھی کیونکہ شاید وہ پہلا شخص تھا جو عشنا خان پر نظر ڈال کر ہٹانا نہیں بھولا تھا اور اب وہ ماہ روز سے مخاطب تھا۔

"الحمدللہ۔" وہ مسکرایا تھا۔ "اور کزن کیسا لگ رہا ہے پاکستان آ کر۔" وہ ماہ روز کے سامنے بیٹھی اوزگل کے برابر میں بیٹھ گیا تھا۔

"آپ کو میرا نام نہیں پتا حمزہ۔" ماہ روز چونک گئی۔

"پتا ہے بھئی۔" وہ مسکرایا۔ عشنا خان پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔

"پتا ہے آپ کو' مما کو اتنی ساری بھتیجیاں یاد ہوں کہ نہ یاد ہو مگر اپنا بھتیجا ضرور یاد تھا وہ اکثر کہتی تھیں کہ ان کا بھتیجا بڑا خوب صورت تھا۔ یہاں آئے تو سب نے آپ کے بارے میں کہا حمزہ ابھی آتا ہوگا تو مجھے لگا بس کوئی خوب صورت سا حمزہ آتا ہوگا بٹ آپ تو..." وہ لمحہ بھر کو رکی اور حمزہ نے الجھ کر اسے دیکھا۔ "کسی ریاست کے شہزادے ہیں آپ... سب نے آپ کے بارے میں غلط کہا تھا آپ کو پرنس کہنا چاہیے۔"

"آپ نے تو میری تعریف کرنے میں سب کو مات دے دی۔" اس کی مسکراہٹ کہہ رہی تھی وہ ایسی تعریفوں کا عادی تھا۔

"حمزہ مجھے شاعری کا بہت شوق ہے پلیز چند دن اپنے ساتھ رکھ لیں' میں ضرور آپ کے حسن پر کوئی نہ کوئی دیوان لکھ ڈالوں گی۔" ماہ روز نے اتنے ملتجی لہجے میں کہا کہ حمزہ صہیب خان سمیت سب ہنس پڑے سوائے عشنا خان کے' اس کی موجودگی میں کوئی ماہ روز کو توجہ دے ایسا کبھی نہیں ہوا نہیں اور آج ہو رہا تھا تو اس کے لیے اپنی فیلنگز کو سمجھنا مشکل تھا۔

"ماہ روز عشنا بھی تو اتنی خوب صورت ہیں آپ ان کے حسن میں کچھ شاعری کرتیں تو شاید شاعرہ بن جاتیں۔" اوزگل نے مسکرا کر کہا۔

"گھر کی مرغی دال برابر۔" حمزہ کے لہجے میں جتنی بے ساختگی تھی ماہ روز کا قہقہہ بھی اتنی ہی بے ساختگی لیے ہوئے تھا۔ وہ یک ٹک حمزہ صہیب خان کو دیکھ رہی تھی یہ خیال کیے بنا کہ اب سب اس کی طرف متوجہ تھے۔

****

"اوزگل جی ماما نے ہمیں آرڈر دیا ہے کہ پھوپو کے سامنے ان کا نام نہ ڈبویا جائے اور ڈنر لنچ وغیرہ ہم اپنے ان خوب صورت ہاتھوں سے ان کے لیے تیار کریں۔" الیشبہ نے منہ بناتے اسے اطلاع دی تو وہ مسکرادی البتہ ملیحہ نے اسے گھور کے دیکھا کیونکہ

اوزگل اور ملیحہ کو کوکنگ کا بہت شوق تھا وہ لوگ کچن میں تھیں جبھی ماہ روز چلی آئی پھر ان کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ وہیں ان کے ساتھ بیٹھی رہی تھی۔

''میں نہانے جارہی ہوں۔'' ملیحہ کے ساتھ سارا کام بالکل اوکے کروا کے وہ کچن سے نکلنے لگی۔

''میں سب کچھ اپنے کریڈٹ پر لکھوالوں گی۔'' الیشبہ نے ہاتھ بھی نہ ہلایا تھا۔

''مجھے کوئی پروا نہیں۔'' وہ بے نیازی سے کہتی باہر نکل گئی۔

''میرا نام بھی کروا دینا۔'' ماہ روز نے مسکرا کر شرارت سے کہا تھا۔

''مشکل ہے یار۔'' الیشبہ نے منہ بنایا تو ملیحہ بھی ہنستی ہوئی باہر نکل گئی۔

''کیوں مشکل ہے۔''

''کیونکہ تم آنکھیں بند کر کے گلاب کو محض خوشبو سے پہچاننے میں غلطی کرسکتی ہو مگر حمزہ اوزگل کے کسی بھی رنگ کو پہچاننے میں غلطی نہیں کرتے۔''

''واؤ...!'' ماہ روز کو حیرت ہوئی۔

''چلو پھر آج میں بھی دیکھتی ہوں اوزگل نے جو میٹھا بنایا ہے وہ میرے نام ہوا۔''

رات نو بجے ملیحہ اور الیشبہ نے دستر خواں لگایا تھا البتہ بہت فریش فریش سی اوزگل چیئر

پر بیٹھی ہوئی تھی تبھی پھوپو کے ساتھ بڑی تائی ماما اور عشنا خان آگئیں سب نے اپنی سیٹیں سنبھالی تھیں۔

''حمزہ کہاں ہے؟'' پھوپو نے ماما کو دیکھا اور ماما نے اوزگل کو۔

''ابھی آرہا ہے۔'' اس نے جواب دیا' اب ملیحہ الیشبہ بھی آبیٹھی تھیں ماہ روز اوزگل کے برابر والی چیئر پر بیٹھنے ہی والی تھی کہ حمزہ کی آواز آئی۔

''ماہ روز پلیز یہ میری جگہ ہے۔''

''اوہ' حمزہ مجھے معلوم نہ تھا۔'' ماہ روز کھڑی رہ گئی۔

''آؤ یہاں بیٹھو۔'' حمزہ نے اس کے لیے الیشبہ کے برابر والی کرسی پیش کی تھی۔ عشنا خان کو پتا نہیں کیوں ماہ روز کو اتنی اہمیت دینا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اسے لمحہ بھر میں اپنی بہن سے جلن شروع ہوگئی تھی۔

''شکریہ حمزہ۔'' ماہ روز نے اپنی بہن کی جلن کو محسوس کرلیا تھا اور اسے اس پر ہنسی آرہی تھی' حمزہ آگے بڑھ کر اوزگل کے برابر آبیٹھا تھا' کھانا ختم کر کے الیشبہ نے کافی بنائی۔

''تم نے کافی نہیں لی بیٹا۔'' پھوپو نے حمزہ سے کہا حالانکہ کافی تو اوزگل بھی نہیں پی رہی

تھی۔

"میں کافی نہیں پیتا۔" وہ مسکرایا۔

"آپا یہ دونوں چائے کے رسیا ہیں۔" ماما نے مسکرا کر بتایا۔

"تم کبھی عشنا کے ہاتھ کی کافی پیو' کافی کے رسیا نہ ہو جاؤ تو کہنا۔" مگر ماہ روز کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے' اس کی ماں پاکستان آ کر بالکل پاکستانی ہوگئی تھی۔

"کافی تو بالکل بھی نہیں' ہاں اگر کچھ اور بنانا آتا ہو تو ضرور کھا سکتا ہوں۔" حمزہ نے مسکرا کر کہا۔

"مجھے پاگل بنانا بھی آتا ہے۔" عشنا خان کے لب ہلے تھے۔

"وہ تو اپنے پیا کو بنا لیجیے گا۔" حمزہ کے کہنے پر ماہ روز کھلکھلا کر ہنس پڑی جبکہ عشنا نے ناگواری سے اپنی بہن کو دیکھا وہ پھر حمزہ سے باتوں میں مصروف تھی۔

"عشنا اور ماہ روز کا کہیں رشتہ کیا ہے؟" بڑی تائی کی جہاندیدہ نگاہوں نے عشنا کی نظروں کے زاویے سے حمزہ صہیب کی پریشانی کو محسوس کرلیا تھا۔ بڑی تائی نے جان بوجھ کر اتنی بلند آواز میں کہا کہ وہ سب بھی ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"نہیں' ابھی تو نہیں مگر میں پاکستان اسی نیت سے آئی ہوں۔" پھوپو نے مسکرا کر حمزہ

کو دیکھا حمزہ بھی مسکرا دیا وہ تہہ دل سے بڑی تائی کا شکر گزار تھا۔ جنہوں نے اس لمحے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ سچ مچ اس گھر کی سرپرست کہلانے کی حق دار ہیں وہ دھاگہ جو نظر نہیں آتا مگر مالا کو جوڑ کر رکھتا ہے اس کے بغیر مالا کی حیثیت بکھرے دانوں سے زیادہ نہیں رہتی اور بڑی تائی واقعی ایسی ہی تھیں۔

"چلیں یہ تو اچھی بات ہے کہ آپ بچوں کی پاکستان میں شادی کرنا چاہتی ہیں۔" ماما مسکرائیں۔

"اچھی بات بھی ہے اور اچھا موقع بھی ہے' ملیحہ اور الیشبہ کی شادی کا موقع ہے تو سبھی احباب جمع ہوں گے ایسے میں تمہیں لڑکے دیکھنے میں آسانی بھی رہے گی۔" بڑی تائی نے کہا۔

"صرف لڑکے نہیں مجھے تو لڑکی بھی دیکھنی ہے اپنے بیٹے کے لیے۔" پھوپو کا بس نہ چل رہا تھا کہ وہ کس طرح بھابی کے منہ سے کہلوائیں کہ عشنا کی فکر مت کرو اسے حمزہ کے لیے پسند کرلیا ہے ہم نے۔

"اوہ اچھا۔" بڑی تائی تو خود کچھ کہنے کے لیے پر تول رہی تھیں اب جب انہوں نے بیٹے کی بات کی تو بڑی تائی کو موقع ملا۔

"ایک تمہارا بیٹا ہے اتنا اچھا کہ امریکہ میں عمر گزارنے کے باوجود وہ تمہاری مرضی کو فوقیت دے رہا تھا اور ایک ہمارا بیٹا ہے جو صرف اپنے دل کی کرتا ہے۔" ماما نے چونک کر بڑی تائی کو دیکھا حمزہ بھلا کہاں اپنی من مانی کرتا تھا۔

"دیکھو ثمین میرا تو اتنا دل تھا کہ ملیحہ اور الیشبہ کے سارے کام ان کی بھابی کرتی ان کے سسرالی بھی ہمارے رکھ رکھاؤ دیکھتے کہ کیسے ہم بہو کو ہاتھ کا چھالہ بنائے ہوئے ہیں۔ اب ہم بوڑھی دو عورتیں بھلا کیا ہمارا سجنا سنورنا بہو کو دیکھ کر انہیں معلوم ہوتا ہم کوئی جنگل سے اٹھ کر نہیں آئے ہیں۔" حمزہ کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوتی جارہی تھی ملیحہ اور الیشبہ بھی مسکرا رہی تھیں جبکہ اوزگل حیرت سے بڑی تائی کو دیکھ رہی تھی۔

"میں نے اس لڑکے کو اتنا سمجھایا کہ بیٹا پہلے تمہاری شادی ضروری ہے۔"

"لیکن نہیں... ان کی بیگم صاحبہ نے فرمادیا ہے کہ ہاؤس جاب ختم ہونے سے پہلے رخصتی نہیں ہوگی تو بس اب دنیا اِدھر کی اُدھر ہوجائے ہمارا بیٹا ہلے گا نہیں۔" پھوپو اور عشنا خان بری طرح سے چونکیں۔

"حمزہ...!" اس نے پلٹ کر حمزہ صہیب خان کو غصہ سے دیکھا۔

"یہ تم نے کیا کہہ رکھا ہے تائی کو' میں نے ایسا کب کہا تمہیں۔" پھوپو نے ناسمجھی کے عالم میں اوزگل کو دیکھا اور عشنا کے قدموں تلے زمین نکل گئی اس نے ماہ روز کی طرف دیکھا جو بڑی استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی گویا وہ جانتی تھی کہ "حمزہ اوزگل" آپس میں کون ہیں۔

"تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے تو ہماری شادی سے پہلے تمہاری رخصتی کی تاریخ رکھ لی جائے۔" الیشبہ نے شرارتی لہجے میں کہا تو اس نے حمزہ الیشبہ کو گھور کے دیکھا۔

"پاگل ہو کیا الیشبہ اچانک نکاح ہماری مجبوری تھی لیکن یوں اچانک رخصتی' بالکل بھی نہیں... رخصتی تو دیکھنا ہم کیسے دھوم دھام سے کریں گے۔" بڑی تائی کا مقصد حل ہوچکا تھا۔ اوزگل کی ہاؤس جاب ڈسٹرب کرنا بھی ضروری نہیں تھا' حمزہ صہیب خان کو تو ابھی سے اس کی توجہ مکمل مطلوب رہتی' شادی کے بعد تو وہ شاید اسے لمحہ بھر کے لیے بھی بٹا ہوا برداشت نہیں کرے گا تبھی تو کھانا پکاکر وہ کبھی ٹیبل لگاتی نہیں تھی کیونکہ حمزہ کو اس کا یوں گھر کے کاموں میں دلچسپی لینا پسند نہیں تھا۔ اتنی عجیب محبت تھی حمزہ کی کہ کبھی اوزگل کو فخر ہوتا اور کبھی ڈر لگتا۔

"ان دونوں کا آپس میں نکاح ہوچکا ہے۔" پھوپو کو اگلے لمحے ہوش آیا۔

"ہاں' ڈھائی سال ہوگئے ہیں۔" بڑی تائی کو خود بھی تفصیل بتانے کی جلدی تھی۔

"صہیب کو جب ہارٹ اٹیک ہوا تھا تو وہیں اس کی خواہش پر ہسپتال میں ہی ہمیں ان کا نکاح کرنا پڑا۔"

"مگر..." پھوپو کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آگے وہ کہیں تو کیا کہیں۔

"تم اتنا حیران کیوں ہورہی ہو ثمین... تمہیں پتا تو ہے اوزگل صہیب خان کی بیٹی نہیں ہے اور اسی طرح حمزہ مہر گل کا بیٹا نہیں ہے اور صہیب خان کی خواہش کو ہم سب جانتے تھے بچپن سے ہی ان دونوں کو اپنے بیچ کے اس رشتے کا علم تھا۔ بس مرنے سے پہلے وہ خود ان دونوں کو اس بندھن میں باندھ گیا۔" بڑی تائی نے کہا اور پھوپو نے اوزگل کو دیکھا تھا انہوں نے جتنی چاہت سے الیشبہ اور ملیحہ کو گلے لگایا تھا اتنے ہی لیے دیے انداز میں اوزگل کو اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔ انہوں نے اس کے علاوہ اس لڑکی پر نظر نہیں ڈالی تھی کیونکہ وہ جانتی تھیں کہ وہ ان کی بھتیجی نہیں ہے وہ ان کے بھائی کی دوسری بیوی کی بیٹی ہے وہ اس کے لیے وہاں امریکہ سے بھی مروتاً ایک دو چیزیں لائی تھیں وہ اتنی اہمیت کی حامل ہوگی انہیں پتا نہ تھا۔

"شکریہ بڑی تائی۔" عشنا خان کی آنکھوں کا رنگ بدل گیا وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی

حمزہ صہیب خان نے بڑی تائی کو مشکور نظروں سے دیکھا جواباً انہوں نے اسے گھورا تھا ان کی نظریں کہہ رہی تھیں کہ "ماں بچوں کو کبھی پریشان نہیں دیکھ سکتی"

****

حمزہ کی مما اس کی پیدائش پر ہی جانبر نہ ہوسکی' حمزہ دو سال کا تھا جب اس کے پاپا صہیب خان ترکی گئے اور وہاں انہیں مہر گل ملی ان کی اسکول فیلو دو ماہ کی بیٹی اوزگل کے ساتھ بیوگی کی زندگی گزار رہی تھی انہوں نے وہیں اس سے شادی کرلی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں بہت خوش تھے ان کے بڑے دونوں بھائی پاکستان میں تھے' وہ وہاں دو سال رہے تھے تب بھابی کا فون آیا چھوٹے بھائی بھابی اور بڑے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوگیا وہ اسی وقت پاکستان آگئے لیکن وہ تینوں بچ نہ سکے' اب پورا گھر صہیب خان کی ذمہ داری تھا وہ سب بچوں کو بہت پیار کرتے تھے لیکن جوں جوں اوزگل بڑی ہوتی گئی سب کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگی۔ صہیب خان کی لاڈلی بن گئی وہ صہیب خان کے گھر آنے کے بعد کبھی صہیب خان کو اکیلا نہ چھوڑتی۔

"مہر گل میں اوزگل کو شاید رخصت نہ کرپاؤں میں اسے اپنی بہو بناؤں گا۔" چار سال کی اوزگل کے لیے یہ فرمودات سن کر بڑی بھابی اور آئے گل ہنس پڑی تھیں انہیں

صہیب کا ارادہ اچھا لگا انہوں نے تبھی یہ بات حمزہ کو باور کروا دی تھی کہ وہ اس کی بہن نہیں ہے اور ان دونوں نے یہ بات یادداشت میں محفوظ کرلی تھی اور دو سال پہلے انہیں نکاح کے بندھن میں باندھ کر صہیب خان انہیں چھوڑ گئے تھے۔ اب وہ تھے اور ایک دوسرے کے سہارے بہت خوش تھے' ملیحہ اور الیشبہ شادی کی تیاریاں اپنے عروج پر تھیں اور عشنا کی لاتعلقی اور ماہ روز کی شوخیاں' وہ بڑی چلبلی لڑکی تھی پورا گھر اس کی کمپنی میں انجوائے کرتا تھا۔

****

''بھابی آپ ان کی رخصتی کر دیں۔'' مہر گل نے چونک کر ثمن کو دیکھا جن کی نظریں حمزہ کے کمرے میں چائے لے جاتی اف گل پر تھیں۔

''اتنی دیر وہ حمزہ کے کمرے میں گزارتی ہے بغیر رخصتی یہ سب اچھا نہیں لگتا۔'' آئے گل کو سمجھ نہ آیا کہ وہ انہیں کیا جواب دیں۔

''حیرت ہے ثمین...! آپ یہ بات کہہ رہی ہیں جبکہ آپ تو اس ملک میں ایک عمر گزار کر آئی ہیں جہاں بغیر نکاح کے لوگ اتنے سال ساتھ رہتے ہیں۔'' بڑی تائی آگئیں۔

''بھابی ہمارے مذہب میں یہ جائز نہیں ہے۔'' پھوپو نے جزبز ہوتے ہوئے مذہب کا

سہارا لیا تھا' بڑی تائی نے استہزائیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔

''مذہب میں کیا جائز ہے کیا ناجائز' ہم دوسروں پر فٹ کر دیتے ہیں اپنی طرف نہیں دیکھتے کہ ہم جو کر رہے ہیں وہ ناجائز سے بھی اوپر یعنی حرام ہے۔'' تائی کا اشارہ عشنا کی طرف تھا جو مغربی اور بڑے بے ہودہ لباس پہنتی تھی۔

''میں نے تو یونہی ایک بات کہہ دی تھی شاید آپ کو اچھی نہیں لگی۔'' پھوپو خفگی سے بولیں۔

''اچھی لگ بھی کیسے سکتی ہے ان کے نکاح کو محض ڈھائی سال ہوئے ہیں وہ ایک ساتھ پل بڑھ کر بڑے ہوئے ہیں اور وہ ہمارے بچے ہیں ہم انہیں اچھی طرح جانتے ہیں۔'' بڑی تائی ان کے مہمان ہونے کا خیال کیے بنا بولے گئیں پھوپو تیزی سے پلٹیں تو ماہ روز کو دیکھ کر لب بھینچ کر رہ گئیں۔

''مما کیا چاہ رہی ہیں آپ؟'' ماہ روز ان کے پیچھے کمرے میں آئی۔

''مما صرف عشنا خان کی خوشیوں کے علاوہ کچھ نہیں چاہتی ہیں۔'' عشنا خان وہیں بیٹھی ایک انگلش مووی دیکھ رہی تھی۔

''عشنا وہ کوئی کھلونا نہیں ہے جسے تمہارے قدموں میں ڈال دیا جائے۔'' وہ چڑی۔

"تم اگر میرے اور حمزہ کے بیچ نہ آؤ تو بہتر ہے۔"

"تمہارے بیچ میں نہیں اوزگل ہے... اف گل..." ماہ روز نے چبا کر جملہ ادا کیا تھا' عشنا خان بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔

"اس بے وقوف لڑکی کو راستہ سے ہٹانا کچھ مشکل نہیں ہے۔" عشنا خان نے بارہا اوزگل کو چپکے چپکے اپنی طرف تکتا ہوا پایا تھا' وہ جان گئی تھی اوزگل اس سے متاثر ہے اور ایسے لوگوں سے کام لینا وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

"اوکے عشنا... پھر تم مما کو بیچ میں مت لاؤ' خود حمزہ سے بات کرو۔" ماہ روز نے ایک گہری سانس لی' عشنا خان نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آئیڈیا اچھا ہے' مما کو درمیان میں لائے بغیر معاملہ اچھی طرح نبھ سکتا ہے۔" عشنا نے سر ہلایا اور اسی رات ڈنر کے بعد وہ حمزہ صہیب خان کے روم میں چلی آئی' وہ کمپیوٹر پر مصروف تھا دروازہ کھلنے کی آواز پر اس نے سر اٹھایا اور پھر عشنا خان کو دیکھ کر بری طرح سے چونکا تھا۔

"ہائے' کیسے ہو؟" وہ آگے بڑھ کر اس کے بیڈ پر بیٹھ گئی وہ بنا کچھ بھی کہے اسے دیکھتا رہا۔ "تم سوچ رہے ہو گے کہ میں اس طرح اچانک تمہارے کمرے میں..." وہ

ایک لمحے کے لیے رکی۔ "حمزہ میں ہمیشہ سے صاف اور سیدھی بات کرنے کی عادی ہوں اور میں یہی تم سے کہنے آئی ہوں۔" وہ چاہتی تھی کہ حمزہ صہیب خان کچھ تو کہے مگر وہ بُت بنا ہوا تھا۔

"حمزہ میں تم سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے اپنے تئیں حمزہ صہیب خان کے لیے دھماکہ کیا تھا مگر وہ اسی خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے زندگی بھر اپنے لیے جیسا ساتھی سوچا تھا تم بالکل ویسے ہو' میرے خوابوں خیالوں میں جو چہرہ تھا تم بالکل ویسے ہو یا وہ تم ہی تھے حمزہ آئی... آئی رئیلی لو یو۔"

وہ بے تابانہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔

"بس کر دو..." اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر حمزہ صہیب خان کے چہرے پر ناگواری آ گئی۔ "جو کہنا تھا وہ کہہ چکی اب یہاں سے جا سکتی ہو۔" اس نے واپس اپنا چہرہ کمپیوٹر کی طرف کر لیا عشنا خان کو پہلے ہی قدم پر اپنی ہمت ٹوٹتی ہوئی لگی۔

"جو کہنا تھا وہ تو کہہ دیا ہے لیکن جو کہا ہے اس پر تمہارا جواب صرف ہاں ہونا چاہیے۔" اس کی ہٹ دھرمی پر حمزہ صہیب خان کا جی چاہا کہ کھینچ کر ایک تھپڑ مارے لیکن وہ برداشت کیے بیٹھا رہا۔

"حمزہ پلیز میں سچ مچ تم سے پیار کرتی ہوں۔" وہ آگے بڑھ کر اس کے قدموں میں آ بیٹھی۔

"شٹ اپ عشنا خان... اپنی حدود میں رہو۔" اس نے اپنے پیر پیچھے کیے۔

"حمزہ پلیز میرے ساتھ ایسا مت کرو۔" وہ یک دم رونے لگی اور وہ حیران رہ گیا۔

"تم پاگل ہو کیا عشنا... ہماری ملاقات کے دن تو گنو محض آٹھ دن اور تم اپنی حالت دیکھو کوئی لڑکی اس طرح کرتی ہے اپنی عزت نفس کی پروا کرنا سیکھو۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا عشنا وہیں بیٹھی رو رہی تھی۔

"آٹھ دن سے نہیں حمزہ... میں تمہیں آٹھ صدیوں سے جانتی ہوں میرا دل کہتا ہے تم وہی ہو جس کا میں نے برسوں انتظار کیا ہے۔" وہ تڑپ کر بولی۔

"اوکے' ٹھیک ہے میں وہی ہوں جس کا تم نے برسوں انتظار کیا ہے مگر میں تمہارا نہیں ہوں اگر ایسا ہوتا تو میں کسی اور سے منسوب نہیں ہوتا۔" اس نے چاہا کہ وہ آج ہی یہ معاملہ کلیئر کر دے۔

"کسی کے نہیں ہو تم' کسی کے بھی نہیں ہو۔ میرے ہو تم صرف میرے' تمہارے اور میرے بیچ جو بھی آیا ناں زندہ نہیں چھوڑوں گی میں اسے' نہیں چھوڑوں گی میں

اوزگل کو۔" اوزگل کے لیے اس طرح کہنے پر حمزہ صہیب خان خود پر قابو نہ رکھ پایا اس نے کھینچ کر تھپڑ اس کے منہ پر مارا تھا۔

"اگر اوزگل کو میلی نگاہ سے بھی دیکھا تو میں تمہاری آنکھیں نوچ لوں گا۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے اب۔" اس نے کلائی سے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے روم سے نکال دیا اور عشنا خان بُت بنی وہاں کھڑی رہی وہ کتنا چپ تھا کتنی برداشت سے کام لے رہا تھا لیکن اوزگل کا نام لیتے ہی وہ کیسے بپھر گیا' اس نے اسے اپنے روم سے نہیں اپنی زندگی سے بھی نکال دیا تھا۔

"حمزہ صہیب خان مار ڈالوں گی میں اوزگل کو میرا وعدہ ہے تم سے۔" وہ منقیم مزاج تھی اور وہ شخص جس کے لیے وہ ہر ہاتھ کو آج تک ٹھکراتی آئی تھی وہ ملے گا تو اس کے ساتھ ایسا کرے گا یہ تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے کمرے کی طرف آئی تو ماہ روز اس کی یہ حالت دیکھ کر چونک گئی' وہ عشنا خان سے پوچھنا چاہتی تھی کہ کیا ہوا ہے؟ مگر اسے موبائل پر کوئی نمبر ڈائل کرتے دیکھ کر وہ رک گئی۔

"بگ برادر یہاں آجاؤ جس کو میں اتنا چاہنے لگی ہوں وہ کہہ رہا ہے اس کی زندگی میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں ہے نکال دیا ہے اس نے مجھے اپنی زندگی سے بگ برادر

یہاں آجاؤ۔" ماہ روز کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہوگئے وہ گھر بھر کی لاڈلی چاند کی فرمائش کرتی تو اسے بھی پورا کیا جاتا تھا۔

"بگ برادر یہاں آجاؤ پھر تمہیں سب بتاؤں گی' یہاں آجاؤ۔" وہ روئے جارہی تھی' ماہ روز کا جی چاہا کہ کسی طرح اس کا منہ بند کردے اسے اپنی بہن اس وقت ایک خوب صورت دوشیزہ کے بجائے ایک ڈائن لگ رہی تھی جو اوزگل اور حمزہ کی خوشیوں کو کھا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے لیٹی رہی بہت دیر تک عشنا خان روتی رہی اور پھر گہری نیند سوگئی اس کی تسلی ہوگئی تھی اس کا بڑا بھائی یہاں آرہا تھا وہ بھائی جس سے اس نے جب کوئی فرمائش کی تھی اس نے ہمیشہ پوری کی تھی' اس کی گہری نیند کا یقین کرکے ماہ روز نے بستر چھوڑ دیا تھا۔

****

"یا الٰہی' مجھے اس عورت کے شر سے بچا۔" حمزہ صہیب خان بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور پھر وہ اوزگل کے کمرے میں آگیا' بے حد گہری اور پُرسکون نیند سوتی اوزگل کو جگاتے وہ ایک پل کو رکا کہ وہ کیوں اس کی نیند خراب کررہا ہے لیکن عشنا خان سے اسے محتاط رہنا تھا سو اسے جگالیا۔

"اوز... اوز..." اس نے جھک کر اس کا کندھا ہلایا' اس نے بڑی مشکل سے اپنی آنکھیں کھولیں اور پھر اسے دیکھ کر وہ بری طرح سے اٹھ بیٹھی۔

"حمزہ...! حمزہ خیریت ہے ناں' مما تو ٹھیک ہیں ناں؟"

"مما ٹھیک ہیں یار... تم منہ دھوکر آؤ۔"

"پلیز حمزہ' مجھے سچ بتاؤ کیا ہوا ہے؟" وہ بری طرح سے ڈر گئی تھی پہلے بھی وہ ایک بار اسے اسی طرح اٹھانے آیا تھا تب پپا کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔

"پہلے تم منہ دھوکر آؤ۔" وہ خود بہت پریشان تھا اور چاہتا تھا کہ اوزگل پوری توجہ سے اس کی باتیں سنے وہ اس کی سادہ لوح طبیعت اور معصومیت سے بخوبی واقف تھا اسی لیے اسے خبردار کرنا چاہتا تھا۔

"ہاں' کہو۔" وہ اس کے بیڈ پر بیٹھا تھا وہ اس کے برابر میں آبیٹھی۔

"وہ عشنا ہے ناں' اب سے کچھ دیر پہلے وہ میرے روم میں آئی تھی اس نے مجھے پرپوز کیا ہے۔"

"کیا؟" اس کی آنکھیں اس بار پوری کھلی تھیں۔

"پتا نہیں یہ عورت ہماری زندگی میں کیوں ٹپک پڑی ہے۔" وہ بڑبڑایا۔

"حمزہ سچی عشنا جی نے تمہیں پرپوز کیا ہے۔" حمزہ صہیب خان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"واؤ زبردست حمزہ... کیسی کیوٹ ہیں وہ۔"

"اوز..." وہ غصہ سے بولا تو وہ چپ ہوئی۔ "میں سیریس ہوں' اس عورت کو شرم نہیں آئی مجھے پرپوز کرتے ہوئے حالانکہ وہ جانتی ہے کہ میں شادی شدہ ہوں۔" وہ غصے سے مٹھیاں بھینچتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

"حمزہ اتنا برا کیوں مان رہے ہو' انہوں نے جو اپنے لیے بہتر سمجھا وہ کہہ دیا' تم اپنے لیے جو بہتر سمجھتے ہو وہ جواب دے دو۔ اتنا غصہ کرنے اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ قدرے بے پروائی سے بولی۔

"اوز وہ..." وہ کہتے کہتے رک گیا اوز گل کو یہ بتانا بالکل بے کار تھا کہ وہ کیا کہہ گئی تھی۔ وہ اف گل کو جان سے مارنے کا وعدہ کرکے گئی تھی۔ "محتاط تو مجھے خود ہوجانا چاہیے اس بے وقوف لڑکی کے پاس کہاں چلا آیا ہوں میں۔" اس نے سوچا پھر واپسی کے لیے پلٹنے لگا۔

"ویسے حمزہ مسلمان مرد چار شادیاں کرسکتا ہے۔" حمزہ نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ "تم ان

سے شادی کرلو حمزہ تمہارا کپل بنتا ہے ان کے ساتھ بہت خوب صورت جوڑی ہے۔"

باہر کھڑی ماہ روز نے ایک گہرا سانس لیا کیونکہ مشورہ دینے والی محض ایک دوست نہیں تھی' وہ کون تھی اسے خود کو بھی شاید پتا نہیں تھا اور حمزہ صہیب خان یک دم مسکرادیا۔

"تمہیں پتا ہے چار شادیوں کے ساتھ برابری کا درجہ دینے کا بھی حکم ہے۔"

"تو...؟" اس نے بھنویں اچکائیں۔

"تو... مجھے لگتا ہے میں برابری کا درجہ نہیں دے پاؤں گا۔"

"ہاں یہ تو ہے' عشنا جی اتنی خوب صورت ہیں کہ ان کے آگے کچھ بھی نظر نہیں آسکتا۔" حمزہ ہنس پڑا تھا' وہ بھی مسکرادی۔

"تم سو جاؤ۔" کہہ کر وہ باہر نکلا تو ماہ روز کو دیکھ کر چونکا ماہ روز اسے سنجیدگی سے دیکھتی پلٹ گئی تھی وہ بھی اس کے پیچھے چلا آیا وہ لاؤنج میں آگئے۔

"میں حیرت زدہ ہوں کس طرح تمہاری بیوی تمہیں دوسری شادی کی اجازت دے رہی تھی۔" ماہ روز بیٹھ گئی۔

"میری بیوی۔" اس نے اتنی حیرت سے دہرایا کہ ماہ روز ہی چونک گئی۔

"تمہاری بیوی ہے ناں وہ...؟" ماہ روز اس کی حیرت پر حیرت زدہ تھی' وہ جواب دینے

کے بجائے بڑی عجیب نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا؟"

"ماہ روز اصل میں آج تک میں نے یہ الفاظ اوزگل کے لیے استعمال نہیں کیے۔ ہم دونوں ہمیشہ دوستوں کی طرح رہے ہیں جیسے کسی لڑکی کی کوئی لڑکی دوست ہو یا کسی لڑکے کا کوئی لڑکا دوست ہو۔ ابھی چند لمحے پہلے تم نے جو ہماری باتیں سنیں یوں سمجھو کہ وہ ایک دوست کو اپنے دوست کا مشورہ تھا' میں نے اپنی بیوی کو جاکر یہ نہیں بتایا کہ مجھے آدھی رات کو کسی لڑکی نے پرپوز کیا ہے اور نہ ہی اوز نے اپنے شوہر کو دوسری شادی کا مشورہ دیا ہے ہم دونوں جسٹ فرینڈز... تم سمجھ رہی ہو ناں میری بات۔" اب حیرت سے آنکھیں پھاڑنے کی باری ماہ روز کی تھی اس نے اپنی پوری زندگی میں ایسی دوستی پہلی بار دیکھی تھی جو کسی اور میں نہیں میاں بیوی میں تھی۔

"ایک بات کہوں حمزہ' ایک مخلص دوست کا مشورہ سمجھنا عورت تعریف اور محبت کی بھوکی ہوتی ہے۔ آپ دوستی کا نام لے کر اس کے ابرو کی جنبش بھی سمجھ لو تو وہ آپ پر کبھی خود کو نچھاور نہیں کرے گی لیکن ہاں محبت کا نام لے کر اس کی طرف سے آنکھیں بند کرلو وہ آپ کے قدموں میں بچھ جائے گی۔تم میری بات سمجھ رہے ہو

ناں۔" اس نے رک کر حمزہ صہیب خان کے تاثرات کو جانچا وہ واقعی اس کی بات نہیں سمجھا تھا ماہ روز نے ایک گہرا سانس لیا۔

"حمزہ اوزگل ایک لڑکی ہے' ایک لڑکی ہمیشہ محبت کی پیاسی ہوتی ہے شاید وہ تم سے اس محبت کو طلب کرنا چاہتی ہو۔محبت تو تم اس سے کرتے ہو لیکن اس محبت کو محض دوستی کا نام دیے رہنا ٹھیک نہیں تم اپنے جذبوں کو اور اپنے درمیان موجود اتنے خوب صورت رشتے کا خیال رکھو اوزگل کو بتاؤ کہ تم دونوں ایک دوسرے کے لیے کیا ہو ورنہ کچھ شرپسندوں کی وجہ سے اوزگل کو کھونے کے لیے خود کو تیار کرلو۔" حمزہ صہیب خان کا دماغ ماؤف کرتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ "میں امید کرتی ہوں تم میرا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔" اپنی بات کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

"خیر خواہی کا شکریہ۔" اس نے مڑ کر دیکھا حمزہ صہیب خان مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا وہ بھی مسکرادی۔

"عشنا خان پلیز مت برباد کرو اس کی خوشیاں۔" آنکھیں موندتے ہی اسے حمزہ صہیب خان کا مسکراتا چہرہ یاد آیا تو وہ افسردگی ہوگئی۔

****

"یا الٰہی! میری بیوی اتنی خوب صورت ہے اور مجھے پتا نہیں' کوئی مجھ جیسا بے وقوف بھی ہوگا۔" ماہ روز کے جانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں آ گیا صبح آنکھ اوزگل کے جگانے پر کھلی تھی اور سارا دن وہ اوزگل کو ہی دیکھتا رہا' پتا نہیں آج سے پہلے اوزگل اتنی ہی خوب وصورت تھی یا اس کے دیکھنے کا انداز بدلا تو اسے سب کچھ بدلا بدلا لگ رہا تھا حالانکہ وہ سادے سے کاٹن کے سوٹ میں تھی اور دوپٹہ گلے میں کم ہاتھوں میں زیادہ تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی بقول بڑی تائی کے۔

"اوزگل کو جنہوں نے ڈاکٹری کا سرٹیفکیٹ دیا ہے اگر وہ گھر آ کر اسے دیکھ لیں تو یقینا وہ سرٹیفکیٹ کینسل کر دیں۔" بدلی وہ نہیں تھی بدلے تو حمزہ صہیب خان کے خیالات تھے اور وہ سارا دن گزار کر اب رات کو بستر پر لیٹتے ہی اپنی عمر کے گزر جانے پر حیران تھا وہ اس سے محبت کرتا تھا لیکن محض ایک دوست ایک بچپن کے ساتھی کی حیثیت سے یہ جو آج تھا یہ کوئی الگ جذبہ تھا جو ماہ روز نے بیدار کیا تھا۔

"میری بیوی۔" خودبخود اس کے لب مسکرا دیئے صبح پھر اس کی آنکھ اوزگل کی آواز پر کھلی مگر وہ آنکھیں موندے پڑا رہا دل نے بڑی زور سے خواہش کی کہ وہ قریب آ کر جگائے۔

"حمزہ اٹھو' مجھے دیر ہوجائے گی۔" اس کی آواز ذرا قریب ہوئی تھی دل مزید پھیل گیا۔ "وہ اپنے ہاتھوں سے پکڑ کر اٹھائے۔"

"حمزہ..." اس کی جھنجھلائی ہوئی آواز اور قریب سے آئی۔

"اتنے نخرے مت دکھاؤ یار۔" اس نے دل کو ڈپٹتے آنکھیں کھولیں کہ ٹھنڈے پانی نے چودہ طبق روشن کر دیے۔ "اوہ میرا خدا۔" وہ اچھل پڑا۔

"اوز..." اس نے اٹھتے ہوئے اپنی بھیگی شرٹ دیکھی۔

"میں سمجھی بے ہوش ہوگئے ہو تم۔" وہ روز ایک آواز میں اٹھ جاتا تھا۔

"نہیں' میں تو اب ہوش میں آیا ہوں۔" وہ اس کی بات کو کسی اور ٹریک پر لے گیا۔

"اٹھ جاؤ' مجھے دیر ہوجائے گی ورنہ..." وہ کہہ کر باہر نکل گئی اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اٹھ کر باہر آ گیا' ناشتا کر کے بڑی تائی' مما سے دعائیں لے کر وہ دونوں نکل آئے۔ کار میں بیٹھتے ہی اوزگل نے ٹیپ آن کر لیا تھا' وہ ریڈ سوٹ میں تھی اور اکثر یہ کلر پہنتی تھی۔

"اوز"...

"ہوں۔" اپنی من پسند کیسٹ اس نے پلیئر میں لگائی۔

"مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔"

"ہاں تو کہو ناں۔" وہ اس کے یوں تمہید باندھنے پر حیران ہوئی۔

"مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔" اس نے اتنی اسپیڈ سے کہا کہ اوزگل کو سمجھ ہی نہ آیا' اوزگل کا حیرت زدہ چہرہ دیکھ کر وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"حمزہ تمہیں مجھ سے اب محبت ہوئی ہے... مطلب پہلے تمہیں مجھ سے نفرت تھی۔" اوزگل پتا نہیں کیا تصدیق چاہ رہی تھی۔

"نہیں مجھے تم سے نفرت کبھی نہیں تھی' محبت تھی مگر وہ محبت الگ تھی اب جو محبت ہے ناں یہ الگ ہے۔" حمزہ صہیب خان کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اسے کیسے سمجھائے۔

"ارے حمزہ کو... رکو۔" اس نے یک دم کہا تو اس نے بریک لگادیئے وہ تیزی سے اتری۔

"بیلا کیا ہوا؟" اوزگل نے گاڑی کے ساتھ کھڑی لڑکی سے پوچھا۔

"یار اوزگل میری گاڑی خراب ہوگئی۔" اس نے کوفت سے اوزگل کو دیکھا۔

"اوکے' آؤ میرے ساتھ چلو۔" اوزگل نے کہا اور حمزہ صہیب خان گہرا سانس لے کر

رہ گیا۔

"اوہ تھینک یو۔" پھر وہ اپنے ڈرائیور کو کچھ کہتی اوزگل کے ساتھ اس کی گاڑی کی طرف آگئی۔

"حمزہ یہ میری دوست ہے بیلا اور بیلا یہ میرے کزن حمزہ صہیب خان۔" بیلا محو ہوکر حمزہ صہیب خان کو تک رہی تھی۔ وہ اسے چھوڑ کر آفس چلا گیا' واپس گھر آیا تو پھوپو کا بیٹا شازم خان موجود تھا۔

"حمزہ کتنے کیوٹ ہیں شازم بھائی۔" وہ ہر ایک کی ایسی ہی تعریف کرتی تھی لیکن اب اس کے جذبات' نظریات بدل گئے تھے اور دل کہتا تھا کہ اوزگل اس کے سوا کسی کو نہ دیکھے۔ اسے شازم خان سے مل کر کوئی خوشی نہ ہوئی تھی بلکہ اس نے اپنے دل پر کوئی بوجھ محسوس کیا جب اوزگل نے اس کی تعریف کی تھی' رات وہ اپنے کمپیوٹر پر مصروف تھا جب عشنا خان چلی آئی۔

"حمزہ تم مجھ سے شادی کرلو' مجھے اوزگل کے لیے کوئی اعتراض نہیں ہوگا تم اسے بھی ساتھ رکھو مگر مجھ سے شادی کرلو۔"

"میرا دماغ خراب مت کرو' دفع ہوجاؤ یہاں سے۔" وہ اندر تک جھلس گیا تھا۔

"حمزہ پلیز مجھے یوں مت دھتکارو ورنہ"...

"ورنہ کیا... بولو کیا کرلو گی تم۔" وہ چڑ گیا تھا۔

"قسم سے محبت ہوگئی ہے مجھے تبھی یوں تمہارے قدموں میں گر رہی ہوں ورنہ میں کتنی خود سر ہوں میرے گھر والوں سے پوچھو۔"

"کچھ نہیں جاننا مجھے تمہارے بارے میں پلیز میری جان بخش دو۔"

"تم سے پیار کرتی ہوں حمزہ میرے ساتھ یہ سلوک مت کرو۔" وہ رو دی اور وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

"پلیز عشنا میں شادی شدہ ہوں اور اپنی بیوی سے بہت پیار کرتا ہوں میری چھوٹی سی دنیا ہے اور میں اپنی اس دنیا میں بہت خوش ہوں میری خوشیوں کو برباد مت کرو۔"

"حمزہ میں اگر کسی سے دوستی کروں تو وہ خود کو خوش نصیب سمجھتا ہے اور میں... میں تم سے محبت کرتی ہوں میں کسی قابل ہی نہیں تمہارے لیے۔" عشنا خان بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم میرے کمرے سے جارہی ہو یا میں چلا جاؤں۔"

"اس بے رخی کا تمہیں ایسا مزہ چکھاؤں گی کہ یاد کرو گے۔" وہ غصے سے اٹھی اور باہر

نکل گئی الیشبہ اور ملیحہ کی شادی کی ڈیٹ نزدیک تھی اوزگل کے پاس ہر بات جیسے ختم ہوچکی تھی۔

"شازم بھائی اتنے ملک گھوم چکے ہیں۔ ان کی معلومات بڑی زبردست ہے۔"

"حمزہ شازم بھائی اتنے اچھے ہیں کیا بتاؤں۔" اس کی ہر بات شازم خان سے شروع ہوکر اس پر ختم ہوتی اور جو حمزہ صہیب خان پر بیت رہی تھی اس کا بیان لفظوں میں مشکل تھا۔ عشنا خان کہیں قریب میں ہوتی تو اوزگل اور شازم خان کو باتوں میں مگن دیکھ کر استہزائیہ نظر اس پر ضرور ڈالتی اگرچہ وہ سب ساتھ بیٹھے تھے مگر حمزہ صہیب خان کو کوئی نظر ہی نہ آتا تھا سوائے اوزگل اور شازم خان کے۔ یہ عجیب محبت تھی جس میں محبت کم شک بڑھتا جارہا تھا' الیشبہ ملیحہ کی مہندی کی تقریب تھی وہ لان میں انتظامات کی فائنل تیاری دیکھ رہا تھا جب اندر سے شازم خان نکلا اور شازم خان کے پیچھے اوزگل تھی۔

"حمزہ چائے لے لو۔" اوزگل نے کہا لیکن وہ اندر تک جل رہا تھا سو وہ نظر انداز کر گیا وہ جانتا تھا کہ وہ بے چین ہوکر پھر بلائے گی کیونکہ وہ جانتی تھی وہ گرم چائے پینے کا عادی ہے مگر آج... وہ شازم خان کے ساتھ مگن تھی وہ چند لمحے اس کی توجہ کا منتظر رہا

پھر پیر پٹختا اندر چلا گیا اوزگل نوٹ بھی نہ کرسکی اور شازم خان مسکراتا ہوا اس بار مکمل طور پر اوزگل کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ترکی نقوش والی یہ لڑکی بہت خوب صورت تو نہ تھی لیکن اس کی زندگی میں آنے والی ہر لڑکی سے منفرد تھی اور اس کی انفرادیت یہ تھی کہ وہ اب دوپٹہ ہر وقت نماز کے اسٹائل سے باندھے رکھتی تھی' شازم خان نے اب تک اسے برہنہ سر نہ دیکھا تھا اس کے بالوں کا کیا کلر تھا یہ بھی شازم خان کو معلوم نہ تھا۔ ایسی لڑکیوں کو تو وہ کبھی منہ بھی نہ لگاتا تھا لیکن یہ لڑکی اس کی بہن کی سب سے بڑی خوشی کے درمیان رکاوٹ تھی اسے تو لگا تھا کہ کچھ محنت کرنا ہوگی مگر اسے کچھ زیادہ نہیں کرنا پڑا اس کی اور اوزگل کی باتیں ہی حمزہ صہیب خان کو برداشت نہیں ہوتی تھیں۔

''حمزہ صہیب خان اوزگل سے بدگمان تھا۔'' عشنا خان کے لیے یہ خبر کسی عید سے کم نہیں تھی۔

مہندی کی تقریب میں دلہنوں کے بعد وہی تھی جس کے سر پر دوپٹہ تھا' ماہ روز اسے یوں دیکھ کر بے حد حیرت زدہ اور اس کی وجہ بھی جاننا چاہتی تھی۔

''وہ اصل میں...'' وہ کچھ کہتے کہتے رکی۔ ''رہنے دو تمہیں سمجھ نہیں آئے گا۔''

''مجھے سمجھ نہیں آئے گا تو حمزہ کو سمجھادو۔'' ماہ روز کی نگاہ حمزہ پر تھی۔

''ان کے سامنے تو نام بھی لے لیا تو یہ صاحب بھاگ جائیں گے۔'' اس نے منہ بنایا اور وہ جو اسے دیکھ کر مبہوت سا رہ گیا تھا چونک گیا' پیلے سوٹ میں وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔

''تمہاری باتیں ناں' مجھے سمجھ نہیں آتی ہیں۔'' ماہ روز پلٹ گئی تھی' وہ بھی جانے لگی تو حمزہ صہیب خان نے یک دم اپنا ہاتھ پھیلا کر اس کا راستہ روک لیا۔

''لے لو اس کا نام میرے سامنے۔'' وہ جانتا تھا کہ وہ شازم خان کا نام لے گی تو کیا وہ اوزگل کی خوشی بنتا جارہا تھا۔

''کس کا نام؟'' اوزگل نے حیران ہوکر اسے دیکھا۔

''وہی جس کا نام لینے سے میں بھاگ جاؤں گا۔'' وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

''حمزہ فجر میں اٹھاؤں نماز پڑھو گے؟'' اس نے مسکرا کر کہا اور وہ الجھ گیا۔

''دیکھا ناں' اب تم بھاگنے کی سوچ رہے ہو ناں۔ حمزہ پلیز نماز پڑھا کرو اپنے دین کو فراموش کرکے جینا بھلا کیا جینا ہے۔''

''اوزگل۔'' بڑی تائی کی آواز آئی تو وہ دونوں چونک گئے۔

"حمزہ فجر میں اٹھاؤں؟" اس نے ایک بار پھر کہا اور وہ جواب دیئے بغیر پلٹ گیا۔

"حمزہ بہت برے ہو تم بالکل رجحان نہیں ہے اپنے مذہب کی طرف تمہارا۔" وہ بڑبڑاتی اس سے پہلے لان میں آ گئی۔

"تو کیا اوزگل اس لیے سر سے دوپٹہ نہیں اتار رہی کہ اتنے سارے لوگ جمع ہیں اور ان میں سب اس کے لیے نامحرم ہیں سوائے میرے... یا الٰہی وہ مجھے اس قدر اپنا سمجھتی ہے۔" اس نے اپنی بے وقوفی کو کوسا۔

"اوہ ہاں' جب سے یہ شازم خان آیا ہے تب سے اس کا دوپٹہ سر پر ہے' تف ہے مجھ پر' میں اپنے لفظوں سے اس سے محبت نہیں کر پایا اور وہ اپنے ہر عمل سے مجھ سے محبت کر رہی ہے۔" وہ اس تقریب میں ہو کر بھی اپنے خیالات میں مگن تھا لیکن پھر پارٹی میں اسے سارا وقت شازم خان کے ہمراہ گھومتے دیکھ کر وہ الجھ گیا۔ لیکن اوزگل شازم خان کے ساتھ نہیں تھی بلکہ شازم خان اس کا پیچھا لیے ہوئے تھا اور وہ ایسا کیوں کر رہا تھا یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا۔

"کوئی اتنا بھی گرتا ہے عشنا خان جتنا تم گر رہی ہو۔" عشنا خان کو ایک کونے میں بیٹھا دیکھ کر وہ اس کے قریب چلا آیا۔ "اپنے بھائی کو یہاں بلا کر مجھے میری بیوی سے

بدظن کرنے کا پلان ویسے شاندار ہے۔" اس نے داد دی تو عشنا خان کا رنگ لمحہ بھر کے لیے پھیکا پڑ گیا پھر وہ یک دم مسکرائی۔

"تم تو میری سوچ سے بھی زیادہ ذہین ہو حمزہ صہیب خان۔"

"شٹ اپ' اگر مجھے ایک قتل کرنے کا کہا جائے ناں تو وہ قتل تمہارا ہی کروں گا۔" وہ نفرت سے بولا اور پلٹ گیا۔

"اور میں اوزگل کو قتل کر دوں گی۔" وہ بڑبڑائی تھی۔

****

"حمزہ اٹھو' میرے روم کا اے سی بند ہو گیا ہے۔" اس نے اوزگل کی آواز پر اپنی بند ہوتی آنکھیں بمشکل کھولیں۔

"اوہ تو کہیں اور سو جاؤ۔" وہ اپنی نیند خراب ہونے پر جھنجھلایا اور کروٹ بدل لی' ابھی کچھ دیر پہلے ملیحہ اور الیشبہ کی رخصتی ہوئی تھی' جب ہی دیگر کاموں سے فراغت کے بعد وہ اب لیٹا تھا اگرچہ اوزگل کی آواز دوبارہ نہیں آئی تھی مگر وہ بے چین ہو گیا تھا۔

"اوہ پتا نہیں کہاں گئی ہو گی یہ لڑکی' اے سی کے بغیر تو اس کا دم ہی نکل جائے گا۔"

اس نے ٹیبل لیمپ آن کیا اور جب ہی وہ اسے پیروں کی سائیڈ پر لیٹی نظر آئی۔

''اوہ یار' یہ کوئی سونے کی جگہ ہے؟'' اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھانا چاہا مگر اسے گہری نیند میں دیکھ کر رک گیا اس نے تکیہ اٹھا کر اس کے سر کے نیچے رکھا پھر اسے دیکھنے لگا شاید یہ اس کی نظر کا کمال تھا جو وہ سوتے ہوئے بھی اتنی پیاری لگ رہی تھی اس نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر جھجک کر رک گیا۔

****

''اوزگل تمہیں پتا ہے ہم لوگ آج ہی پیرس جا رہے ہیں۔'' وہ لوگ ولیمہ کی تقریب میں پہنچے تھے کہ ملیحہ نے اوزگل کو بتایا۔

''اور الیشبہ؟''

''دونوں بھائی جائیں گے بھئی۔'' الیشبہ اور ملیحہ مسکرادیں۔

''آج تم دونوں بہت اچھی لگ رہی ہو۔''

''ہم ذرا ہنی مون سے واپس آجائیں پھر تمہاری رخصتی کی بات کریں گے۔'' الیشبہ نے شرارت سے کہا تبھی حمزہ صہیب خان اس کے نزدیک آ گیا تھا۔

''حمزہ ہم لوگ انہیں چھوڑنے چلیں۔'' اوزگل نے حمزہ کو دیکھ کر بات بدل دی۔

''کہاں؟''

''یہ دونوں ہنی مون کے لے پیرس جا رہے ہیں' ہم انہیں ائیر پورٹ تک''...

''اوہ رئیلی...!'' حمزہ صہیب خان مسکرایا۔ ''مگر اوزگل ہمارا جانا تو مشکل ہوگا۔''

''کیوں؟'' اوزگل نے منہ بنایا۔

''کیونکہ حمزہ تم سے زیادہ ذہین ہے اور وہ کباب میں ہڈی نہیں بننا چاہتا۔'' ماہ روز نے یک دم آ کر کہا تو الیشبہ اور ملیحہ جھینپ گئی تھیں کچھ دیر بعد اوزگل کا فون بجا تھا۔

''یس۔'' وہ چونک کر نظریں گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی اور پھر اٹھ کر چلی گئی اس کے کچھ ہی منٹ بعد حمزہ صہیب خان کے موبائل پر میسج ٹون بجی اس نے چونک کر فون اٹھایا۔ میسج پڑھتے ہوئے اس کے قدموں تلے زمین سرک گئی وہ تیزی سے اٹھا اور بھاگتا ہوا ہال سے باہر اپنی گاڑی کی طرف آیا تھا نہایت ریش ڈرائیونگ کرتے وہ سیدھا گھر آیا آج بڑی تائی تمام ملازمین کو ساتھ لے کر گئی تھیں۔ کھلا ہوا دروازہ جیسے اس کا ہی منتظر تھا۔

''اوزگل... اوزگل...'' پورا گھر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اسے کچھ دکھائی نہ دے رہا

تھا۔

"آئی لو یو حمزہ۔" اس اندھیرے میں یکلخت کسی نے اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لیا اور یک دم پورا گھر روشن ہوگیا۔

"عشنا خان..." اس نے اسے جھٹکا دے کر پیچھے کیا گھر کے اس طرح روشن ہوجانے کا مطلب تھا کہ وہاں کوئی اور بھی تھا۔ وہ بے ہودہ کپڑوں میں اکثر ہوتی تھی مگر آج اس کے حیلے پر وہ شاکڈ تھا۔

"آئی رئیلی لو یو حمزہ میں..." وہ پھر اس کی طرف بڑھی۔

"اوزگل کہاں ہے؟" اس نے اس کے بڑھتے ہاتھ کو پکڑ کر موڑا تھا۔

"وہاں' جہاں سے اب وہ کبھی نہیں تمہیں مل سکتی۔" حمزہ کا ذہن ماؤف ہوتا گیا۔

"میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں عشنا خان۔" وہ چیخا تھا۔

"میں چاہتی بھی نہیں ہوں کہ تم مجھے چھوڑو۔"

"بکواس بند کرو' شرافت سے بتاؤ مجھے اوزگل کو شازم کہاں لے گیا ہے۔" اس کے موبائل پر شازم خان کا میسج آیا تھا کہ وہ اوزگل کے ہمراہ گھر پر ہے اور اس کے ارادے نہایت خطرناک ہیں۔ میسج پڑھتے ہی اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا اور وہ گھر چلا

آیا لیکن گھر آ کر اس نے اپنا فون نکالا وہ اوزگل کو کال کرنا چاہتا تھا اس کی گرفت جونہی عشنا خان پر ذرا سی ڈھیلی پڑی عشنا خان نے موقع کا بھرپور فائدہ اٹھایا تھا اور حمزہ صہیب خان کو کھینچ لیا تھا وہ خود کو سنبھال نہ پایا لڑکھڑاتا ہوا عشنا خان کے ساتھ زمین بوس ہوا تھا تبھی پورج میں گاڑیاں رکنے کی آواز آئی تو وہ دونوں چونک گئے۔ عشنا خان کا پلان حمزہ صہیب خان کو رسوا کرنا نہیں تھا بلکہ اسے اتنا بے بس کر دینا تھا کہ وہ ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنے پر مجبور ہوجائے۔حمزہ صہیب خان نے عشنا خان کو دھکا دیا لیکن تب تک وہ سب اندر آگئے اوزگل' بڑی تائی' ماما' ماہ روز اور شازم خان' ان کے ساتھ پھوپو نہیں تھیں اس کا جی چاہا زمین میں گڑ جائے کیونکہ پھوپو گھر میں تھیں۔

"عشنا..." شازم خان سب سے پہلے بولا تھا باقی سب تو اس صورت حال پر حیران تھے عشنا خان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے حمزہ کی حالت بھی کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہی تھی۔

"کیا کیا اس نے تمہارے ساتھ؟" شازم کی بات پر عشنا لبوں کو بھینچ کر رہ گئی۔

"حمزہ کیا ہے یہ سب؟" بڑی تائی کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے وہ لوگ جلدی گھر

آ گئے تھے۔

"پوچھیں اس بے غیرت لڑکی سے کہ کیا ہے یہ سب' اس نے مجھے"...

"ایسا بہتان لگاتے تمہیں شرم بھی نہیں آرہی۔" اس کی بات کاٹتے پھوپو درمیان میں بولیں تو وہ چونک گیا۔

"عشنا کی طبیعت خراب تھی میں اسے گھر لے آئی' گھر کی تمام لائٹس آف تھیں' آن نہیں ہورہی تھیں پچھلے لان کی طرف چیک کرنے گئی تو وہاں دیکھا سرکٹ نکلا ہوا تھا میں نے ابھی لگایا ہی تھا کہ عشنا کے چیخنے کی آوازیں آنے لگیں ماما بچائیں... ماما بچائیں... میں یہی سمجھی کہ میری نازک سی تو بیٹی ہے بلی کو دیکھ کر ڈر گئی ہوگی مگر مجھے کیا پتا تھا کہ یہ بدکردار یہاں آ گیا ہے اور اسے اکیلا سمجھ کر"...

"شٹ اپ۔" حمزہ صہیب خان کی برداشت جواب دے گئی۔ "میرا یقین کریں میں نے ایسا کچھ نہیں کیا پھوپو اپنی بیٹی کے ساتھ مل کر مجھے پھنسا رہی ہیں۔" وہ سب کی طرف پلٹا تھا۔

"مطلب میری ماں جھوٹ بول رہی ہے' میری بہن کی حالت دیکھیں' پھٹے کپڑے' بکھرے بال' خوف زدہ چہرہ وہ سب جھوٹ ہے میں نے خود بہت بار تیری غلیظ

نظروں کو اپنی بہن کی طرف اٹھتے دیکھا ہے اور آج جونہی تجھے موقع ملا تُو نے اپنی اصلیت دکھادی۔ کمینے میں تجھے چھوڑوں گا نہیں۔" شازم خان تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

"ماما... بڑی تائی..." وہ چاہتا تھا کہ اس کی ماں اس کا یقین کرلیں۔

"اسٹاپ اٹ شازم خان۔" اس کی آواز پر حمزہ صہیب خان سمیت سب چونک اٹھے تھے' عشنا خان بھی لب بھینچے ہوئے تھی اس نے سوچا کہ اگر یہ سب ہورہا ہے تو بھی بہتر ہے حمزہ صہیب خان کی طرف سے اور کوئی بدگمان ہو یا نہ ہو اوزگل کا بدگمان ہوجانا ضروری تھا۔

"اگر حمزہ کو ہاتھ بھی لگایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" شازم خان چونک کر اس ترکی نقوش والی لڑکی کو دیکھنے لگا۔

"آپ نے مجھ سے کہا تھا ناں کہ کیا میں حمزہ سے محبت کرتی ہوں؟ اور ماہ روز نے آپ کو جواب دیا تھا کہ "حمزہ اتنا خوب صورت ہے یہ بھی اس سے محبت کرتی ہوگی اور تب میں بالکل چپ تھی آج میں آپ کو اس کا جواب دیتی ہوں' میں حمزہ کی خوب صورتی سے محبت نہیں کرتی میں اس کی پاکیزگی سے عشق کرتی ہوں۔ غلاظت اس کی

نگاہوں میں نہیں آپ کی بہن کے وجود میں بھری ہے یہ جیسے کپڑے پہنتی ہیں اسے پھاڑنے کی ضرورت کسی لٹیرے کو نہیں ہوسکتی۔ یہ حمزہ کو دس بار شادی کی آفر کر چکی ہیں مگر وہ مانتا ہی نہیں ہے اور انہوں نے اسے قابو کرنے کے لیے یہ گھٹیا حرکت کی ہے۔

شازم خان میں اور حمزہ ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں اتنی محبت کہ ہماری محبت کو کبھی لفظوں کی بھی ضرورت نہیں پڑی اور حمزہ جس نے کبھی اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑ کر اس پر حق زوجیت نہیں جتایا وہ عشنا خان کے ساتھ ایسی حرکت کرے گا' کبھی نہیں... ہرگز نہیں۔ عشنا خان جھوٹی' دھوکے باز ہے۔'' وہ سب اسے حیرت سے دیکھتے رہے۔

''حمزہ میں... میں مر جاؤں گی تمہارے بغیر... میرے ساتھ ایسا''...

''شٹ اپ عشنا خان... دوبارہ اپنی گندی زبان سے حمزہ کا نام مت لیجیے گا۔'' وہ لمحہ بھر کو رکی اور دروازے کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔

''پلیز دروازہ اس طرف ہے میں نہیں چاہوں گی کہ میں اپنے مہمانوں کی مزید بے عزتی کروں۔'' اس نے کہا تو شازم تیزی سے پلٹا اور باہر نکل گیا۔

''اپنا سامان پیک کرلو۔'' اس نے ماہ روز کی طرف دیکھا۔ ''چلیں بڑی تائی آپ آرام

کریں۔'' وہ انہیں ان کے کمرے میں چھوڑ کر آئی تو حمزہ صہیب خان عشنا خان اور پھوپو نہیں تھے البتہ ماہ روز وہاں موجود تھی۔

''اوز گل آئی ایم سوری ہماری وجہ سے... ہماری وجہ سے تمہاری سیدھی سادی زندگی...''

ماہ روز کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کس طرح اپنی شرمندگی کا اظہار کرے۔ اوز گل نے خاموشی سے اسے دیکھا اور حمزہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

''حمزہ باہر ہے۔'' ماہ روز نے کہا تو وہ چونکی اور پھر تیزی سے باہر کی طرف آئی' حمزہ دروازے کے ساتھ سیڑھی پر بیٹھا تھا۔

''حمزہ... اٹھو اندر چلیں۔'' وہ بہت نڈھال اور بے چین تھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ حمزہ کی ساری پریشانی پل بھر میں دور کر دے۔

''اوز تمہیں پتا ہے مجھے ہال میں میسج ملا تھا کہ شازم تمہیں گھر لے آیا ہے میں اتنا پریشان ہوا کہ مجھے ایک بار بھی تمہیں وہاں دیکھنے کا خیال تک نہیں آیا اور عشنا اتنا گر جائے گی میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔''

''حمزہ بھول جاتے ہیں یہ سب۔'' وہ اس کے پاس آبیٹھی۔ ''آج پھر سے اپنی نئی زندگی شروع کرتے ہیں وہی زندگی جو ہم آج تک جیتے آئے ہیں' اس میں سے ان

سب دنوں کو نکال دیتے ہیں' کبھی یاد نہیں کریں گے۔" حمزہ صہیب خان نے اسے دیکھا اوز گل کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

"چلو چائے سے شروع کرتے ہیں۔" دونوں کے منہ سے ساتھ نکلا اور پھر دونوں ہنس دیئے' دونوں اٹھ کر کچن میں چلے آئے اور پھر اوزگل نے چائے پکائی تھی۔

"اوز جب ہماری شادی ہوگی تب تم روایتی دلہنوں کی طرح بیڈ پر میرا انتظار کرنے کے بجائے میرے لیے چائے لے کر آنا۔"

"اور تم بیڈ پر بیٹھ کر میرا انتظار کرلینا۔" اس نے مسکرا کر چائے کا مگ اسے تھمایا تھا۔

"کیا ہماری مائیں یہ گوارا کریں گی کہ ان کی گھرانے کی عزت ان کی شان ان کی بہو رخصت ہوکر گھر آتے ہی کچن میں گھس جائے۔" حمزہ صہیب خان مسکرایا دونوں اس لمحہ واقعی سب کچھ بھول کر آنے والی زندگی کے لیے خوش تھے۔

"اب تمہارے لیے سب کو ناراض تو کرنا ہی ہوگا۔" اس نے معصومیت سے کہا وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ وہ دونوں تھکے ہوئے تھے جسمانی طور پر بھی اور اعصابی لحاظ سے بھی۔ چائے ختم کرتے ہی حمزہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا چینج کرنے کے بعد اسے یاد آیا کہ اوز گل کے کمرے کا اے سی خراب ہے' وہ فوراً کمرے سے نکلا مگر اوزگل کو

لاؤنج میں دیکھ کر چونکا اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"اوز... کیا ہوا یہاں ایسے کیوں کھڑی ہو؟" وہ اس کے قریب چلا آیا۔

"کچھ نہیں' کیا ہوگا۔" اس سے نظریں چرائی۔

"کچھ تو ہوا ہے' تم اس طرح یہاں کیوں کھڑی ہو؟"

"مجھے یوں مت ٹالو' بتاؤ کیا ہوا عشنا نے کچھ کہا ہے تم سے۔" اس نے اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"وہ... وہ تمہیں مجھ سے چھین لیں گی... وہ... وہ کہہ کر گئی ہیں کہ وہ تمہیں میرا نہیں رہنے دیں گی' حمزہ میں نے اپنے رب سے ہمیشہ تمہارے اور اپنے ساتھ کی سلامتی کے سوا کچھ نہیں چاہا۔تمہارے علاوہ کچھ نہیں مانگا' عشنا کہہ کر گئی ہیں کہ وہ تمہیں مجھ سے چھینے بغیر نہیں رہیں گی۔" وہ رو رہی تھی اور اسے یہ سب جان کر جھٹکا لگا۔

"ہمارے سرکل میں سب تم سے مرعوب ہوتے ہیں سب تمہاری تعریف کرتے ہیں۔ میں اگر اس وقت ان کو دوسری باتوں میں لگاتی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمہاری تعریف برداشت نہیں کرتی بلکہ میں یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی تمہیں نظر بھر کے دیکھے۔ مجھے بہت پہلے سے اس بات سے ڈر لگتا تھا حمزہ کہ مجھے تم سے کوئی الگ نہ

کردے۔ میں نے اپنے رب سے ہمیشہ تمہیں مانگا اپنے رشتے کی سلامتی مانگی' پھر یہ کیا ہوگیا حمزہ... یہ عشنا خان ہمارے بیچ کہاں سے آ گئی؟''

''وہ ہمارے بیچ نہیں آئی' تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو۔ تمہیں اپنی دعاؤں پر یقین نہیں ہے کیا؟ اپنے رب پر بھروسہ رکھو' ویسے مجھے اپنی اہمیت کا کبھی اندازہ نہیں ہوا' واؤ یار' میں کتنا لکی ہوں مجھے اوزگل خان اتنی شدت سے چاہتی ہے کہ دعاؤں میں صرف مجھے ہی مانگتی ہے۔'' حمزہ کے لہجے میں شرارت گھلی تھی۔

اوزگل کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئی اس کا اپنے رب پر یقین بڑھتا جارہا تھا کہ حمزہ کو اس سے کوئی الگ نہیں کرسکتا۔ حمزہ اسے لے کر اپنے کمرے میں آ گیا اوزگل کے سو جانے کے بعد کچھ دیر بعد حمزہ بھی سوگیا تھا۔

****

''حمزہ فجر کا وقت ہونے والا ہے پلیز اٹھ جاؤ۔'' ہونے والا ہے سن کر اس نے پھر آنکھیں بند کرلیں وہ نماز کا بہت چور تھا لیکن آج تو اسے شکرانہ ادا کرنا تھا اسے اٹھنا تھا مگر اوزگل اس کے پھر سے آنکھیں بند کرلینے پر جھنجھلا ہی تو گئی وہ اس کے اتنے قریب تھی کہ اس کے گجرے کی خوشبو نے اسے مکمل طور پر اپنے حصار میں لے رکھا تھا

اوزگل نے اس کے کان کے قریب اپنے چہرے کو کرتے ہوئے سورۃ رحمن کی تلاوت شروع کی اسے سورۃ رحمن سمجھنے کے لیے کسی ترجمہ کی ضرورت نہ تھی اسے اتنی عربی آتی تھی اور جب وہ فبای الاء پر پہنچی تو اس نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں کھول دیں۔ اوزگل ''تکذبان'' پر پہنچی تو اذان شروع ہوگئی وہ چپ ہوگئی اور حمزہ اٹھ بیٹھا۔ اس کے دماغ پر مکمل طور پر اس خوشبو کا قبضہ تھا جو اوزگل کے گجرے کی مہک تھی۔

اذان پوری ہوئی نہیں تھی کہ دھڑ سے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔

''حمزہ...'' اوزگل کی چیخ سے اس کی نیند کا خمار ٹوٹ گیا وہ اچھل کر کھڑا ہوا' شازم خان ہاتھ میں پسٹل لیے کھڑا تھا۔

''یہ کیا حرکت ہے شازم خان؟'' حمزہ کے لب بھینچ گئے۔ اوزگل نے شازم کو حرکت کا موقع دیئے بغیر ٹیبل لیمپ کھینچ مارا لیکن وہ پھرتی سے سائیڈ پر ہوا' اس شور پر سبھی نے اپنے کمروں سے ان کے کمرے کا رخ کیا ان میں سے کوئی بھی ساری رات نہ سو سکا تھا عشنا اپنی محبت کے غم میں اور باقی بھی سب پریشانی کے باعث جاگ رہے تھے۔

''شازم...'' عشنا کی چیخ سب پر بلند تھی کیونکہ اس کی ریوالور کا رخ اوزگل کی طرف

نہیں بلکہ حمزہ صہیب کی طرف تھا' اوزگل حمزہ صہیب خان کے بازو کے گھیرے میں تھی۔

''ہم نے تمہیں بہت خوشیاں دی ہیں تمہاری خوشی کو ہر قیمت پر خریدا ہے لیکن یہ حمزہ صہیب تمہارا نہیں ہوسکتا نہ ابھی اور نہ اوزگل کے بعد اوزگل کو مارنے کا کوئی فائدہ نہیں ہاں اگر حمزہ صہیب خان کو مار دیا جائے تو اوزگل مجھے ضرور مل سکتی ہے۔'' سب ششدر کھڑے تھے۔مما بڑی تائی دل تھام کے رہ گئیں۔

''تم ایسا نہیں کرسکتے' مجھ سے میری زندگی نہیں چھین سکتے۔'' عشنا نے اس سے پسٹل چھیننا چاہا مگر اس نے دوسرے ہاتھ سے عشنا کو قابو کرلیا۔

''شازم... شازم تمہیں اللہ کا واسطہ ہمارے بچوں کو چھوڑ دو۔'' بڑی تائی کے قدم تو زمین نے جکڑ لیے تھے انہوں نے ہاتھ جوڑے مگر وہ کسی کی سن کب رہا تھا۔

''وہ تمہاری زندگی ہے ہی نہیں وہ تمہیں خوشی نہیں دے سکتا۔'' وہ لمحے بھر کو عشنا کی طرف متوجہ ہوا اور اسی لمحے فضا میں فائر کی آواز گونجی اوزگل کے ہوش کا آخری منظر حمزہ کے جسم میں گولی لگنے سے نکلتا ہوا خون تھا اس نے بھاگ کر حمزہ کے گرتے وجود کو اپنی بانہوں میں لیا اور پھر خود بھی اس پر گر گئی تھی۔

****

''شکر ہے اللہ کا کہ آپ کو ہوش آ گیا۔'' اس کی آنکھ کھلی تو سفید لباس میں ملبوس ایک لڑکی بولی وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی وہ اس وقت اپنا نام تک نہیں جانتی تھی۔

''آپ کو پتا ہے آپ کو دو سال بعد ہوش آیا ہے آپ کومہ میں چلی گئی تھیں۔'' وہ لڑکی باہر نکل گئی اس کا دماغ بالکل سن تھا اسے کچھ بھی یاد نہ تھا' تقریباً دو گھنٹے وہ اکیلی رہی پھر بڑی تائی' الیشبہ ملیحہ کمرے میں داخل ہوئیں اور ذہن بیدار ہوگیا اسے سب کچھ یاد آ گیا وہ سب رو رہی تھیں۔

''حمزہ... حمزہ کہاں ہے بڑی تائی اور... اور مما...؟'' اس کی نظریں بڑی تائی پر تھیں۔

''وہ ہمیں چھوڑ گیا وہ ہمیں... چھوڑ گیا...'' بڑی تائی بے دم ہوکر کرسی پر ٹک گئیں۔

''اور مما۔'' اس کے لب ہلے تھے۔

''سب ہمیں چھوڑ گئے گل... سب ہمیں چھوڑ گئے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگی اب یہ رونا ہمیشہ کے لیے اس کا مقدر بن چکا تھا۔حمزہ کو مرتے دیکھ کر عشنا کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح شازم خان کی طرف بڑھی اور ریوالور اس سے چھین کر خود اپنے ہاتھوں سے اس کی جان لے لی پھر وہ بے قرار ہوکر حمزہ کے پاس آئی تھی۔

"حمزہ اٹھو... دیکھو شازم کو مار ڈالا میں نے اسے جس نے تمہیں اتنی گہری چوٹ دی... اٹھ جاؤ حمزہ' پلیز آنکھیں کھولو۔" وہ اسے جھنجھوڑ رہی تھی اور باقی سب بُت بن گئے تھے۔

"اٹھ جاؤ حمزہ... اٹھ جاؤ۔" شازم تڑپ رہا تھا۔ "اگر تم نہیں اٹھے تو میں خود کو بھی گولی مار دوں گی' میں مر جاؤں گی تمہارے بغیر۔" وہ بھلا کیسے اٹھتا عشنا نے اپنی کنپٹی پر پسٹل رکھ لیا جھک کر حمزہ کے چہرے کو چومتے ہوئے اس نے گولی چلادی اور مما اس کے ساتھ ہی گری تھیں پھوپو بھی بے ہوش ہوگئیں بڑی تائی کو حیرت ہوئی کہ ان کا دل کیوں نہ بند ہوا اور ماہ روز پتھر کا بُت بنی کھڑی رہ گئی لیکن شازم کا تڑپتا وجود اسے ہوش میں لایا' ایمبولینس منگوائی پھوپو کو چار گھنٹے بعد ہوش آ گیا تھا۔ شازم اٹھارہ گھنٹے بعد خطرے سے باہر آ گیا تھا' مما اور عشنا کی تدفین ہوگئی جب الیشبہ اور ملیحہ واپس آئیں تو یہ ان کا وہ گھر نہیں تھا جہاں سے وہ فقط کچھ دن پہلے ہی رخصت ہوئی تھیں شازم کو صحت یاب ہوتے ہی پولیس لے گئی مگر پھوپو بھاری رقم ادا کر کے اسے اپنے ساتھ امریکہ لے گئی تھیں۔ ماہ روز بھی ان کے ساتھ چلی گئی تھی وہ دو تین ماہ بعد فون کر کے ضرور اوزگل کے متعلق پوچھا کرتی تھی' شازم جسمانی طور پر ٹھیک ہوگیا تھا

لیکن ذہنی طور پر اپ سیٹ تھا۔

اس کے بعد اوزگل چاچو کے ساتھ ان کے کاٹیج آ گئی تھی جو کاغان کی ایک وادی میں تھا یہ جگہ سے اس لیے پسند آئی کیونکہ یہاں تنہائی تھی اور اسے حمزہ سے بچھڑے چار سال ہوگئے تھے پتا نہیں وہ جو ایک لمحہ حمزہ کے بغیر نہیں گزار سکتی چار سال سے کیسے زندہ تھی۔

****

"حمزہ اب مجھے چھوڑ کر مت جانا۔" بڑی تائی کو ہوش آ گیا تھا' اوزگل کے غصے کو مکمل نظر انداز کرتا وریام کپور تائی کے پاس چلا آیا۔

"تائی... پلیز تائی سنبھالیں خود کو یہ حمزہ... حمزہ نہیں ہے یہ۔" وہ بہت اذیت میں تھی' وہ وریام کپور کی حقیقت ان سب سے زیادہ جانتی تھی لیکن بڑی تائی تھیں کہ کچھ سننے پر تیار نہ تھیں' وہ اسے ساتھ گھر لائی تھیں وریام کو الیشبہ نے حمزہ صہیب خان کے متعلق سب بتادیا تھا اس گھر میں چپے چپے پر حمزہ صہیب خان اور اس کی خوش باش فیملی کی یادیں تصویروں کی صورت موجود تھیں کھانا کھا کر تائی اوزگل کو زبردستی پر اپنے کمرے میں لے آئی تھیں۔ الیشبہ ملیحہ نے اپنے گھر فون کر کے تائی کی طبیعت خرابی

کا بتا کر وہیں رکنے کا کہہ دیا تھا سو اب وہ دونوں بھی یہیں تھیں۔

"میں نے سنا تو تھا کہ دنیا میں ایک شکل کے سات لوگ ہوتے ہیں مگر کبھی اس بات پر یقین نہیں کیا تھا مگر آپ تو بالکل حمزہ بھائی کے جیسے ہیں کوئی تل کا بھی فرق نہیں ہے آپ میں۔" ملیحہ جیسے ابھی تک خود کو یقین نہ دلا سکی تھی۔

"جب اوزگل نے آپ کو پہلی بار دیکھا ہوگا تو پتا نہیں اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی اس کے لیے تو وہ جان کنی کا لمحہ ہوگا جبکہ اسے کوئی یہ بتانے والا بھی نہیں ہوگا کہ آپ حمزہ صہیب خان نہیں۔" الیشبہ نے کہا تو اسے یاد آیا اوزگل نے تو ان لوگوں کی طرح ری ایکٹ نہیں کیا تھا اس کے کسی انداز سے تو وریام کپور کو کبھی لگا ہی نہیں کہ وہ اس چہرے کا مالک ہے جو اوزگل کی متاع کل تھا۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ وہ حمزہ کے بعد کس حد تک خود کو سنبھال چکی ہے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔ وہ حمزہ کے بغیر جینا سیکھ چکی تھی' حمزہ اب کبھی لوٹ کر نہیں آسکتا اس کا یقین کر چکی ہے' اس کے لیے اپنی باقی زندگی گزارنا اب خاصا سہل ہو چکا ہے کیونکہ امیدیں زندگی کو مشکل کر دیتی ہیں اور اس کی سب امیدیں ختم ہو چکی ہیں بس اسے اب اپنی سانسیں پوری کرنی ہیں۔

"آپ آرام کریں رات بہت ہو چکی ہے۔" ملیحہ نے کہا تو وہ چونکا' اس نے پریا کو فون تک نہیں کیا تھا وہ اس کے لیے یقینا پریشان ہوگی وہ دونوں چند روز قبل ہی پاکستان آئے تھے اس نے باقاعدہ طور پر مذہب اسلام قبول کر لیا تھا پریا ہی اسے زبردستی پاکستان لائی تھی اسے اوزگل سے ملنا تھا۔

"نہیں' میں چلتا ہوں۔" اس نے ٹائم دیکھا ساڑھے بارہ بج رہے تھے وہ قدرے بوکھلا کر اٹھا لیکن تبھی اوزگل چائے لے آئی۔ اس نے ایک خفگی بھری نگاہ وریام کپور پر ڈالی۔

"اوزگل تم کتنی شاکڈ ہوئی ہوں گی انہیں دیکھ کر ایک پل کو تو تمہیں بھی لگا ہوگا حمزہ لوٹ آیا ہے؟" الیشبہ نے چائے کا مگ وریام کو دیا۔

"میں صرف اتنا جانتی ہوں جو مر جاتے ہیں وہ پھر لوٹ کر نہیں آتے۔" وہ ایک نظر وریام کپور پر ڈال کر لاؤنج سے باہر نکل گئی اور وریام اپنا مگ اٹھائے اس کے پیچھے آنے سے خود کو روک نہیں پایا وہ سیڑھیوں پر گرل سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔

"تمہیں اس آسیب زدہ گھر کے سامنے ایسا لگا ہوگا کہ میں حمزہ کا آسیب ہوں۔" وہ اس سے دو سیڑھیاں نیچے اتر کر بیٹھ گیا اور کپ اس نے سائیڈ پر رکھ لیا تھا۔ تبھی

دروازے پر کوئی گاڑی آ کر رکی تھی وہ سب چونکے چوکیدار نے گیٹ کھول دیا تھا۔

"یہ کون آ گیا؟" ملیحہ چونکی... الیشبہ نے اوزگل کو دیکھا۔

"ماہ روز ہے' آج صبح ہی اس سے ملاقات ہوئی ہے۔" اوزگل نے آہستہ سے جواب دیا ملیحہ اور الیشبہ کی پیشانی پر ان گنت بل آ گئے چار سال پہلے ان لوگوں کی وجہ سے جو نقصان ان کے حصے میں آیا تھا وہ قابل معافی ہرگز نہ تھا سو ملیحہ الیشبہ نے کبھی ان لوگوں سے پھر رابطہ نہ رکھا تھا۔ وریام نے ایک نظر ان سب پر ڈالی اور پھر چائے کا مگ اٹھالیا اسے چائے ختم کر کے جلد از جلد یہاں سے نکلنا تھا کیونکہ پریا اس کا انتظار کر رہی ہو گی۔

کار اب اندر آ چکی تھی وہ اتر کر اندر کی طرف بڑھی تھی الیشبہ ملیحہ اوزگل کھڑی ہو گئیں لیکن وریام کپور ایک جھٹکا کھا کر رہ گیا تھا۔

"پریا...!" وریام حیرت زدہ تھا کہ پریا وہاں کیسے پہنچ گئی تھی وہ تینوں بھونچکا رہ گئیں۔

"پریا...!" اوزگل نے بڑے کرب سے دہرایا اور وہ جو پتا نہیں پریا تھی یا ماہ روز مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی۔ پریا اگر ماہ روز تھی تو وریام کپور ان کا حمزہ صہیب خان تھا لیکن یہ کیسے ہو گیا' اوزگل الیشبہ ملیحہ تینوں کے دماغ ماؤف ہو گئے۔

"پریا تم یہاں کیسے آ گئیں' تمہیں کس نے بتایا میں یہاں ہوں؟" وہ حیران ہوا مگر اس کی بیوی اس کی طرف متوجہ نہیں تھی وہ اوزگل کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا اوزگل... میں تمہاری مجرم ہوں لیکن یقین کرو کہ میں نے کبھی حمزہ کو تم سے الگ کرنے کا نہیں سوچا تھا۔ بڑی تائی اور مما تم سب کی موت کو قبول کر چکی تھیں شازم ٹھیک تھا مجھے لگا اگر میں نے حمزہ کی زندگی کے متعلق بتایا تو وہ پھر حمزہ کو نقصان پہنچائے گا پھر تم کومہ میں چلی گئیں اور حمزہ جب زندگی کی طرف لوٹا تو اپنی یادداشت گنوا چکا تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اب وہ کبھی کچھ یاد نہیں کر پائے گا تو مجھے لگا یہ سب میرے لیے ہوا ہے' حمزہ کو میرا ہونا تھا' حمزہ دراصل میرا تھا اسی لیے اتنا بڑا حادثہ ہو گیا پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کے بعد تو مجھے پختہ یقین ہو گیا کہ میں اور حمزہ ایک دوسرے کے لیے بنے ہیں' ہمیں ایک ایسا شخص ملا جو وریام کپور کو جانتا تھا وریام کپور اور اس کی بیوی کی ڈیتھ کے بعد اس کی فیملی تھی جنہیں وریام کی ضرورت تھی میں حمزہ کو وہاں لے گئی مجھے لگا تھا کہ میرے اور اس کے درمیان کوئی دوری نہ رہے گی لیکن میری ساری تدبیریں اسے میرا نہ کر سکیں کیونکہ وہ تمہاری تقدیر تھا۔ اسے سب کچھ بھول چکا تھا مگر تمہاری وجود کی وہ خوشبو کبھی نہ بھول سکا' اوزگل میں تم سے

ہار گئی..." وہ سب دم بخود اسے دیکھ رہے تھے لیکن اگلے پل وہ سب چونکے جب بڑی تائی کا تھپڑ ماہ روز کے چہرے پر پڑا تھا۔

"اتنا بڑا گناہ کر کے تمہیں ذرا سی حیا بھی نہ آئی' پہلے تمہاری بہن نے ہماری زندگی میں زہر گھولا پھر تمہارے بھائی جس نے میرا پورا گھر تباہ کر دیا حمزہ کی جان تک لے لی اور تم نے تو میرے حمزہ کی آخرت برباد کر دی اس کا ایمان چھین لیا۔تم نے ماہ روز اس کا مذہب چھین لیا ہماری زندگیوں سے ایسی ہوس زدہ لڑکی نکلی تم... دفع ہوجاؤ ابھی اور اسی وقت میرے گھر سے نکل جاؤ۔" وہ جو صرف اس خیال سے باہر آئی تھیں کہ حمزہ کہیں پھر نہ چلا جائے اتنے بڑے انکشاف کی زد میں کھڑی تھیں' اوزگل گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتی چلی گئی اور وہ جو جانے حمزہ تھا یا وریام کپور اپنے کسی بھی احساس کو سمجھ نہ پارہا تھا۔

"پریا... یہ سب کیا ہے؟" وہ تڑپ کر اس کے نزدیک ہوا۔

"یہ سب ہماری زندگی کا سچ ہے۔" وہ تڑپ کر رونے لگی۔ "میں تمہیں پانے کے لیے اتنا گر گئی تھی اس پل میرا مقصد صرف تم تھے مگر میں بھول گئی کہ اوزگل نے تمہیں رب تعالیٰ سے مانگا ہے اور وہ دعائیں قبول کرنے والا ہے اس نے اوزگل کی دعائیں

قبول کی تھیں اس کے اور تمہارے بیچ کوئی آ ہی نہیں سکتا تھا نہ عشنا آسکی نہ شازم آسکا اور نہ ہی ماہ روز کچھ کرسکی تم اس کے ہو... تم صرف اس کے ہو۔"

"مجھے کچھ یاد نہیں' میں کچھ نہیں جانتا میں نے چار سال بس تمہیں دیکھا ہے خود سے تمہاری محبت کو دیکھا ہے تمہیں پتا ہے اگر اس پل مجھے فیصلہ کرنے کو کہا جائے تو بلاشبہ میرا دل اس لڑکی کی طرف جھکے گا جس کا نام اوزگل ہے جب میں نے اسے دیکھا تو مجھے لگا تھا کہ میرا اس سے ضرور کوئی مضبوط تعلق رہا ہے۔تم نے نہ صرف اوزگل کو مجھ سے چھین لیا بلکہ میرا ایمان چھین لیا جو ہستی وحدہ لاشریک تھی میں اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا رہا میرے لیے تم نے جہنم کے سب دروازے کھلوا دیئے' یہ تھا تمہارا عشق جس کے آگے میں سات سال شرمندہ رہا اب تو مجھے اس پر شرمندگی ہورہی ہے کہ کبھی میں نے تمہارے لیے اپنے دل میں ہمدردی بھی کیوں محسوس کی' وہ بے حد مشتعل ہوا۔

"ملیحہ پولیس کو بلاؤ میں ماہ روز کو کڑی سے کڑی سزا دلواؤں گی میں اس کا وہ حشر کروں گی کہ یہ تڑپ کر موت مانگے گی۔" وہ دونوں بری طرح چونکے اور اوزگل نے آگے بڑھ کر تائی کو روکا جو اپنا ضبط کھو کر ماہ روز کو مارنے لگی تھیں۔

"بڑی تائی' ہم اسے کوئی سزا نہیں دیں گے۔" اس کی بات پر سب نے چونک کر اوزگل کو دیکھا۔

"مگر اوزگل..." الیشبہ نے کچھ کہنا چاہا اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"تمہیں پتا ہے ماہ روز' عشنا خان اسے مجھ سے کیوں نہیں چھین سکی کیونکہ تب میں اپنے رب سے شدت سے حمزہ کا ساتھ مانگا کرتی تھی اور اس کے بعد میں نے حمزہ کے لیے جنت مانگی تو اللہ نے تمہاری وجہ سے حمزہ پر کھلنے والے جہنم کے سب دروازے بند کر دیئے میں تو جنت میں حمزہ کا ساتھ مانگتی رہی اور اس نے مجھے یہیں جنت دے دی۔" اس نے حمزہ کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ماہ روز حمزہ کل بھی میرا تھا اور حمزہ آج بھی میرا ہے کیونکہ اللہ نے اپنے فضل سے اسے میری تقدیر کر دیا ہے۔تم نے جو بھی کیا یہ تم نے نہیں کیا سب تقدیر میں لکھا تھا۔"

ماہ روز کو پتا تھا اس کے ساتھ یہی ہونا تھا اس نے بڑے خلوص کے ساتھ حمزہ صہیب خان کو چاہا تھا مگر اس کا عشق ہارا تو اس کا خلوص ہار گیا کیونکہ جیتنے کے لیے اوزگل تھی اور وہ حمزہ صہیب خان کو جیت چکی تھی۔

"میں جانتی ہوں یہ تمہارے لیے مشکل ہوگا مگر ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا حمزہ۔" وہ

روتی تڑپتی اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"میں تمہاری مجرم ہوں تمہاری گناہ گار ہوں میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ کہنے کو نہیں حمزہ کہ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔" اس نے نظریں اٹھا کر اس لڑکی کو دیکھا کیا کیا نہ تھا اس کی نگاہوں میں شکوہ' خفگی' بے یقینی' ناراضگی اور... اور شاید نفرت بھی۔ یہ نفرت دیکھنے کی ماہ روز میں تاب نہ تھی وہ یکلخت مڑی۔

"حمزہ تمہیں کچھ یاد نہیں ہے' چلو ٹھیک ہے لیکن ایک بات جان لو تم پر اللہ نے ہمیشہ اپنی رحمت نازل کی ہے تبھی تو تمہارے لاشعور میں اللہ کی حقانیت تھی تبھی تو آج تم نے پورے ہوش و حواس میں خدائے برتر کے وحدہ لاشریک ہونے کا اقرار اپنی زبان و دل سے کرلیا یہ تم پر اللہ کی رحمت ہی تھی کہ تم جہنم کے راستے سے پلٹ آئے۔" یہ وہ آواز تھی جسے سننے کے لیے اس نے کبھی لاکھ جتن کیے تھے۔ اوزگل کچھ دیر خاموش ہو کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگی پھر گویا ہوئی۔ "اور اللہ کی رحمتوں نے مجھے بھی اپنے سائے میں لیا ہوا ہے اس کی بے شمار رحمتوں نعمتوں میں ایک رحمت مجھ پر یہ ہے... کہ تم میرے ہو"...

****

"مرتد کے احکام تو یہی ہیں کہ اس کا اپنا گھر ماں باپ اولاد سے کوئی تعلق نہیں رہتا اس کا نکاح بھی فسخ ہوجاتا ہے اس کی بیوی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ کسی سے بھی شادی کرسکتی ہے مگر چونکہ حمزہ مرتد نہ ہوا تھا بلکہ اس کی یاد"...

"لیکن حمزہ خود سے تو مرتد نہ ہوا تھا۔" بڑی تائی نے صبح ہی اپنے بھانجے کو بلالیا تھا جو ایک بڑے عالم دین تھے وہ حمزہ کو دیکھ کر حیران ہوئے پھر خاندان کے سب ہی لوگ آگئے تھے سب سکتہ میں تھے سب ماہ روز کو برا بھلا کہہ رہے تھے اور سب کے بیچ بیٹھا وہ بے چین تھا' اوزگل کے ایک جملے کے بعد وہ ماہ روز کے ساتھ نہ جاسکا تھا۔ وہ ماہ روز کو چاہتا تو نہیں تھا لیکن چار سال سے جانتا تو صرف اسے ہی تھا اور شاید یہ وہی رشتہ تھا جو یقین نہیں کرپا رہا تھا کہ وہ بری ہوسکتی ہے۔ اس نے صرف اس کی اچھائیاں ہی دیکھی تھیں وہ بری تھی وہ جان گیا تھا لیکن مان نہیں رہا تھا۔

"بلاشبہ ایسا ہی ہے حمزہ کی یادداشت چلے جانے کا فائدہ اٹھا کر اسے گمراہ کیا گیا تھا' اب وہ مسلمان ہے تو بھی وہی احکام لاگو ہوں گے اس کے گھر والے اور دیگر رشتہ داروں سے اس کا تعلق بحال ہوسکتا ہے لیکن بیوی تو اب تجدید نکاح کے بعد ہی اس کی ہوسکتی ہے وہ بھی اگر لڑکی کی مرضی ہو تو...؟" اوزگل نے حمزہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تھا' وہ

مضطرب تھا۔

"بس تو پھر آج ہی رسم نکاح ادا کردیتے ہیں۔" بڑی تائی بولیں اس کا اضطراب بڑھ گیا۔

"ابھی نہیں..." وہ یک دم بولا تو سب چونک گئے۔

"میرا مطلب تھا کہ..." اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "کہ مجھے کچھ بھی یاد نہیں' مجھے کچھ وقت چاہیے اصل میں..." اوزگل ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔" اس نے اسے دیکھا۔ "جب چار سال میں کچھ یاد نہیں آسکا تو آگے کیا امید کی جاسکتی ہے۔" وہ بے حد مضطرب ہوگیا۔ "بڑی تائی میں اس رشتے کو کیسے نبھا سکوں گی' میرے لیے تو حمزہ مرچکا تھا آپ کو اس کے لوٹ آنے کا یقین ہو تو بہرحال مجھے نہیں تھا مجھے حمزہ کے بغیر جینا سیکھ چکی ہوں میں واپس جارہی ہوں چاچو میرا انتظار کررہے ہوں گے۔" وہ یک دم پلٹی۔

"رکو اوزگل..." بڑی تائی کی آواز پر وہ رک گئی' وہ بھی بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا یہ سب تو اس کے لیے بالکل اجنبی تھے جانتا اگر وہ کسی کو تھا تو وہ اوزگل تھی' چاہتا بھی اگر وہ کسی کو تھا تو وہ بھی اوزگل تھی' وہ اسے ایسے ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر ایسے قبول بھی کیسے

کرسکتا تھا۔

"بچوں والی حرکتیں مت کرو' وہ تمہارا حمزہ ہے اسے تمہاری ضرورت ہے بیٹا۔" بڑی تائی نے کہا تو اس نے گھور کر حمزہ صہیب خان کو دیکھا۔ دوسرے دن شام کو ان کے نکاح اور رخصتی کی رسم ادا کی جانی تھی' صبح فجر کے وقت اس نے چاچو کو لفظ بہ لفظ یہاں ہونے والی یہ انوکھی کہانی سنائی تھی چاچو شام کو آگئے تھے۔

"مجھے لگ رہا تھا تمہارا نکاح کہیں میں مس نہ کردوں۔"

"ویسے تم نے اسے بتا تو دیا ہے ناں کہ تم کون سا بلڈ گروپ پیتی ہو۔"

"چاچو..." اس نے انہیں خفگی سے گھورا کھانا لگ گیا تھا صوفے پر ان دونوں کے ساتھ صرف چاچو ہی رہ گئے تھے اسے بڑی تائی نے باقاعدہ دلہن بنوایا تھا۔ ریڈ کلر کے لہنگے سوٹ میں وہ برائیڈل میک اپ کیے بے پناہ حسین لگ رہی تھی پھر اس پر بڑی تائی نے اپنے خاندانی زیور بھی اس پر چڑھا دیئے تھے۔

"اور تمہیں یاد ہے کہ یہ سائلنس پن ڈراپ میں سونے کا عادی ہے۔" چاچو کی اس بات پر وہ چونکا اور پھر اس کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔ اتنے دن بعد وہ اس کی پہلی مسکراہٹ تھی اور کتنے دن ہوئے اسے مسکراتے تو گننے کی ضرورت نہیں تھی' اس دن

اس کی آخری مسکراہٹ تھی جس دن وہ اوزگل کے ساتھ بازار گیا تھا اور واپسی پر اسفند کی فیملی کو اوزگل نے بتایا تھی کہ "وہ شادی شدہ ہے' اس کا شوہر واپس آ گیا" یہ بات کہتے ہوئے اوزگل کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ واقعی اس کا شوہر واپس آ گیا ہے' اس نے تو بس اسفند کو ٹالنے کے لیے کہا تھا جو سچ ہوگیا۔

"اور چاچو یہ بھی تو پوچھا تھا کہ یہاں اکیلی رہتی ہیں یا کوئی اور بھی ساتھ ہے۔" اس نے کہا تو چاچو نے قہقہہ لگایا اس نے خفگی سے دیکھا دونوں ہر بار کی طرح اس کا مذاق اڑا رہے تھے۔

"ویسے اگر یہ تب کہہ دیتی کہ "مسٹر حمزہ صہیب میں تمہاری یادوں کے ساتھ رہتی ہوں" تب اور کچھ نہ بھی ہوتا تو تم کم از کم بے ہوش ضرور ہوجاتے۔" چاچو نے اب روئے سخن اس کی طرف کیا تو وہ جھینپ گیا۔

"میں نہیں کہہ سکتی چاچو کیونکہ یہ میرا حمزہ نہیں ہے۔" اس کے یوں کہنے پر دونوں نے چونک کر اسے دیکھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"تب مجھے معلوم تھا کہ میرا حمزہ مرچکا ہے اور اب... اب مجھے یقین ہو نہیں رہا کہ یہ ہی میرا حمزہ ہے۔"

"اوزگل..." چاچو نے افسردگی سے اسے ساتھ لگایا۔ "خود کو سنبھالو بیٹا' ورنہ اسے کیسے سنبھالو گی؟ تم نے تو صرف حمزہ صہیب کو کھویا ہے اس نے تو تم سے بھی قیمتی چیز کھوئی ہے اس نے تو اپنی یادیں کھوئیں ہیں بیٹا' یہ یادیں تو ہوتی ہیں جو ہمیں اچھے برے وقت میں سنبھال لیتی ہیں ہمارا سرمایہ ہوتی ہیں' ہم جب برا کرنے لگتے ہیں تو یاد آتا ہے کہ اس برائی کا انجام پہلے بھی ہمارے لیے برا ہی رہ چکا ہے اور اچھائی پر یاد آتا ہے ہم کتنے انعام کے مستحق ٹھہرے پھر اچھی بری یادوں کا کیا؟ یہ تو اپنے رب کو بھی کھو چکا تھا اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور تم اسے نہ ملتیں تو کیا ہوتا اس کی آخرت کا؟ تم نے اس کی آخرت کے لیے اسے وقت دیا تھا' اس کی ہر الجھن کو بڑے سلیقے سے سلجھایا تھا تو تھوڑا وقت اس کی دنیاوی زندگی کو بھی دے دو۔" وہ چاچو کو دیکھ رہے تھے۔ وہ بہت مضبوط تھی پھر اسے کیا ہوگیا شاید یہ وہ شدید ترین محبت تھی جو یہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی کہ حمزہ صہیب کسی اور کے متعلق سوچ بھی کیسے سکتا ہے کجا کہ کسی کے لیے تڑپنا وہ شرمندہ ہوئی۔

"اور مجھے معلوم ہے میری بیٹی تو بہت اچھی ڈاکٹر ہے وہ یقینا اچھی دوا کرے گی حمزہ کے زخموں کی اتنی اچھی دیکھ بھال کہ حمزہ کے زخم جلد ہی مندمل ہونے کے ساتھ بلکہ ان کا

نشان بھی مٹ جائے گا۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اوزگل نے اثبات میں سر ہلایا اور وہ لب بھینچ کر رہ گیا' چاچو نے کتنا ٹھیک کہا تھا۔ وہ واقعی اس مذہب کے متعلق پہلے ہی کافی شبہات کا شکار تھا لیکن اس لڑکی پر اس کا یقین ایمان کی حد تک بڑھا ہوا تھا' وہ اس کے خلوص اور چاہت کے آگے ہمیشہ شرمندہ رہا تھا جو اسے صرف دھوکہ اور جھوٹ پر مبنی زندگی دے رہی تھی۔

"چاچو آپ ان دونوں کے ساتھ کھانا کھالیں۔" الیشبہ نے ٹیبل لگوا دی پھر کھانے کے بعد رخصتی کی رسم ادا کی گئی الیشبہ اور ملیحہ اسے کمرے میں بٹھا گئیں' وہ چند لمحے باہر کھڑا رہا یہ اس کا اپنا کمرہ تھا لیکن وہ سب کی طرح اسے بھی بھول چکا تھا وہ آہستگی سے اندر داخل ہوا اور چونکا اوزگل سامنے بیڈ پر نہیں تھی اندر آ کر اس نے کمرے کا اچھی طرح جائزہ لیا اوزگل کمرے میں ہی نہیں تھی۔ کمرے کا ایک دروازہ ٹیرس کی طرف کھلتا تھا اور اس دروازے سے نکل کر ٹیرس پر اور پھر ٹیرس سے گھر کے کسی بھی حصے میں جایا جاسکتا تھا اوزگل اسی دروازے سے نکل کر اپنے کمرے میں جاچکی تھی۔

"یااللہ کیا یہ سب میری زندگی میں ہونا ضرور تھا' کاش میں کاغان ہی نہ آتا۔ اے مالک اسلام تو کسی اور طریقے سے میری زندگی میں داخل کر دیتا۔" وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کیا مہندی سے ایک دن پہلے تجھے ٹائم نہ ملا میری شادی میں آنے کا۔" اس کا دوست خفا تھا اس کی مہندی اس کے گھر پہنچنے والی تھی اور وہ اسے لینے ائیر پورٹ آیا ہوا تھا' کاغان شہر اس کے گھر سے دو گھنٹے کے فاصلے پر تھا' وہ اس وقت دوست کی گاڑی بہت ریش ڈرائیو کر رہا تھا تبھی انہیں بس نظر آئی جو دور سے ہی دیکھنے پر محسوس ہو رہی تھی کہ کسی فنی خرابی کے باعث کھڑی ہے اس میں سے کوئی اترا تھا اس کا خیال تھا کہ جب تک وہ وہاں پہنچے گا اترنے والا آگے بڑھ چکا ہوگا مگر وہ اترنے والا پہلے تو رکا رہا لیکن جب جیپ قریب آئی تو وہ آگے بڑھی اس نے فوراً بریک لگائے' ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا تھا۔ لڑکی کا چہرہ اس کی طرف تھا اور آنکھیں بند تھیں آنکھیں تو اس کے دوست نے بھی بند کر لی تھیں اور ان سب سے ہٹ کر اسے تو سکتہ ہی ہوگیا تھا۔ وہ وریام کپور تھا وہ اپنی یادداشت کھو چکا تھا۔ اس لمحے وہ ہر چیز سے بے نیاز ہوگیا یہ وہ چہرہ تھا جو اس کے لاشعور میں ہمیشہ تھا۔ اس کی بے قراریوں کو قرار مل گیا تھا وہ حیران تھا یہ کون تھی؟ اور وہ آگے بڑھ گئی لیکن جس طرف دیکھ کر آگے بڑھی اس نے اس طرف دیکھا وہاں کوئی لڑکا کھڑا مسکرا رہا تھا اور اسے یک دم اس لڑکے سے جلن ہوئی۔

حیرت در حیرت تھی' لمحہ بھر میں یہ کیا ہوگیا تھا اسے وہ خود نہیں سمجھ پایا۔ وہ لڑکا آگے بڑھا اور ان سے ہیلپ لینے لگا تب معلوم ہوا کہ یہ وہ لڑکی والے ہیں جو اس کے ہی دوست کی مہندی لے کر جا رہے تھے' اس نے وہیں اس کے بارے میں معلومات لی تھی۔ وہ اسے کیا بتاتا کہ اسے کیا ہوگیا ہے جبکہ اسے خود نہیں معلوم تھا کہ اسے کیا ہوگیا ہے' تب اسے پہلی بار سات جنموں کے عقیدے پر یقین ہوا تھا اسے لگ رہا تھا کہ یہ لڑکی ضرور پچھلے جنم میں اس کی بہت قریبی رہی ہے تبھی اسے دیکھتے ہی وہ یوں دیوانہ ہوگیا ہے۔ چار دن گزرے تھے اسے وہاں کہ وہ آگئی وہ اپنے دوست کے ساتھ کچھ گھنٹے گزارنے کے بعد وہاں واپس آجاتا تھا وہ روز اس کا منتظر رہتا تھا کہ وہ کب واپس آئے گی پھر وہ آگئی یوں آئی کہ اپنی ہر ملاقات میں اس کے قریب سے قریب تر آتی چلی گئی اس نے کبھی پریا کے آگے سے چائے نہیں اٹھائی اس نے کبھی پریا کا پراٹھا شیئر نہیں کیا۔ اس نے کبھی پریا کے لیے چائے نہیں پکائی' وہ ان دنوں پریا کو مکمل طور پر فراموش کر چکا تھا۔ وہ ان دنوں حمزہ صہیب بن چکا تھا شاید حمزہ صہیب اوزگل کے لیے ایسا ہی تھا وہ یقیناً اس کے ساتھ پراٹھا شیئر کرتا ہوگا اس کے لیے چائے پکارا رہا ہوگا وہ ان دنوں کچھ اور بن گیا تھا وہ وریام کپور نہیں رہا تھا لیکن اب

اسے احساس ہوا کہ اسے کیا ہوگیا تھا۔ وہ حمزہ صہیب تھا وہ اوزگل سے بے پناہ پیار کرتا تھا وہ محبت جو بہت کم ہوتی ہے لیکن بہت گہری ہوتی ہے بہت نایاب سی تبھی وہ سب کچھ بھول گیا۔ پریا کے یاد کروانے پر وہ کچھ یاد نہیں کر پاتا تھا کیونکہ جو پریا کہتی تھی وہ سچ نہیں تھا اور جو سچائی تھی جب وہ سامنے آئی یعنی اوزگل تو اس کے لاشعور میں موجود وہ محبت جو اوزگل کے لیے تھی وہ شعور میں آگئی وہ اسے اوزگل کی طرف بڑھنے پر مجبور کرتی رہی اس کے شعور سے اوزگل کا چہرہ تو مٹ گیا مگر اس کے لاشعور سے اوزگل کی محبت نہیں مٹ سکی' حمزہ صہیب کی زندگی کے آخری لمحوں میں اوزگل کے ہاتھوں کے موتیے کے گجروں کی خوشبو نے ہمیشہ اسے پریا (ماہ روز) سے دور رکھا اور اسی اوزگل کو وہ اسی پریا کی خاطر ناراض کر چکا تھا۔

''اب کیا کروں؟ آخر مجھے کیا ضرورت تھی (ماہ روز) پریا کا اتنا خیال کرنے کی مگر میں اصل میں پریا کا خیال تو نہیں کر رہا ہوں بس یہ لوگ میری یادداشت سے مٹ چکے ہیں تو میں کچھ وقت لینا چاہتا ہوں واپس ان لوگوں میں گھلنے ملنے کے لیے لیکن اوزگل یہ بات نہیں سمجھ رہی اسے لگتا ہے کہ میں شاید پریا سے محبت کرنے...'' ہلکی سی آواز پر وہ چونک کر مڑا' وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی

اور اس میں دو کپ چائے تھی' وہ حیران ہوا۔

''میں نے سوچا کہ تمہارے سر میں درد ہو رہا ہو گا تو اسی لیے...'' اس نے ٹرے اس کے قریب رکھی اور دوسری طرف بیٹھ گئی برائیڈیل سوٹ میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی اس روز سے زیادہ جب اس نے اسے سڑک پر دیکھا تھا اور اس روز سے بھی زیادہ جب اس کا دوپٹہ اس کے چہرے کو چھو رہا تھا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔

''چائے۔'' اندر ہی اندر روتے دل کے ساتھ اس نے کہا' وہ اسے بے پناہ محبت سے دیکھ رہا تھا' وہ صرف اتنی ہی محبت و چاہت سے دیکھ رہا تھا جتنی وریام کپور کو ہوسکتی تھی اور وہ حمزہ صہیب خان کے ایک لمحے کے برابر بھی نہ تھی۔ وہ اس کا حمزہ صہیب تھا اور اسے تو بس اسی کی عادت تھی کیا وہ کبھی کچھ یاد بھی کر پائے گا یا نہیں؟ یہ وہ سوالیہ نشان تھا جو اوزگل کو بہت ڈسٹرب کر رہا تھا' وہ حمزہ صہیب ہوتا تو ابھی اسے منہ دکھائی میں ایک مینڈک ملنے والا تھا' وہ مینڈک جس کی وجہ سے وہ فرسٹ ائیر میں اپنی پڑھائی چھوڑنے والی تھی اور جس کے آپریشن کے بعد وہ پورے ہفتے بھر کھانا نہیں کھا سکی تھی۔ ہر طرف اسے مینڈک کا خون دکھائی دیتا اور اسے ابکائیاں لگ جاتی تھیں۔ حمزہ صہیب نے اسی وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ رونمائی کا یہی گفٹ ہوگا اس کی دلہن کے

لیے اور اپنے کسی فیصلے میں وہ اوزگل کو شامل نہ کرے ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

"اوکے تمہارے اس مذاق کی کڑی سزا ہوگی۔"

"اور وہ کیا ہوگی؟" وہ دلکشی سے مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"وہ سوچنے لگی۔" اس کے جواب پر وہ ہنس دیا۔

"وہ مینڈک سزا ہونے دے گا تب ہوگی ناں سزا۔" وہ ہنس دیا۔

"تم چائے کیوں لائیں میں نے تو نہیں کہا کہ..." اس نے چونک کر سر اٹھایا تو اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"کیا حمزہ صہیب نے تمہیں کہا چائے کے لیے۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا تو وہ پھر چونک گئی۔

"مجھے کچھ یاد تو نہیں ہے مگر اس وقت میرے بھول جانے پر تمہاری آنکھوں میں جو تکلیف ہے وہ مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔" وہ بے پناہ اذیت سے بولا تو اوزگل کی برداشت جواب دے گئی وہ یک دم آگے کو جھکی اور اس کے کندھے سے لگ کر سسکنے لگی' آنسو تھے کہ رک نہیں رہے تھے وہ گم صم سا بیٹھا رہا۔ کاغان کی اس وادی کی سڑک پر جب اسے پہلی بار دیکھا تب اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا کہ وہ اتنی

جلدی اتنے کم وقت میں اس کے اتنا قریب بھی ہوسکتا ہے۔

"اوہ..." کچھ دیر میں وہ سنبھلی تو جھٹکے سے پیچھے ہٹی وہ اس زندگی کو رو رہی تھی جو اسے یاد نہیں تھی۔

"چائے۔" اس نے اسے دیکھا' وہ کپ اٹھا کر پینے لگا۔

"یہ بڑی تائی نے گفٹ دیا ہے تمہاری رونمائی کے لیے' انہوں نے بتایا کہ یہ ان کی خاندانی روایات ہیں کہ دلہن کو کنگن دیتے ہیں۔" اس نے وہ کیس اس کی طرف بڑھایا اس نے تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس نے اس کا ہاتھ ہی تھام لیا اور پھر اسے خود پہنائے' اس نے اس کے ہاتھوں کو دیکھا چوڑیوں سے بھرے ہاتھ مہندی لگے بہت خوب صورت لگ رہے تھے۔

"حمزہ تمہیں رونمائی میں کیا دینے والا تھا۔" یہ سوال نہایت ہی غیر متوقع تھا وہ بری طرح گڑبڑائی۔ وہ حمزہ کے متعلق یوں بات کر رہا تھا جیسے وہ کوئی الگ انسان ہو۔

"مجھے نہیں پتا۔" اس نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالے' اس نے چونک کر اسے دیکھا وہ کتنی حسین لگ رہی تھی وہ متحیر سا دیکھے گیا۔

"میں چینج کرلوں۔" وہ اٹھنے لگی' تب اس نے دوبارہ اس کا ہاتھ تھاما۔

"مجھے نہیں یاد کہ حمزہ تم سے کتنا پیار کرتا تھا لیکن کوئی اب مجھے پوچھے کہ میں کسی سے عشق کرتا ہوں تو میں بلا تکلف تمہارا نام لے دوں گا جب میں نے تمہیں اس سڑک پر پہلی بار دیکھا..." کہتے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے رکا' اوزگل کے دل میں کوئی پھانس چبھی تھی جو چاچو کی باتوں کے بعد لاکھ کوشش کے باوجود نکلنے کا نام نہیں لے رہی تھی اور وہ پھانس اسے حمزہ کا ہونے نہیں دے رہی تھی۔

"یہ... یہ کون سی خوشبو ہے؟" وہ وحشت زدہ سا اٹھ کھڑا ہوا' وہ چونکی۔

"یہ... یہ کیا ہے؟" وہ خوف زدہ سا اس کے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ موتیے کے کنگن ہیں حمزہ... یہ موتیے کے پھولوں کی خوشبو ہے لیکن تمہیں"...

"یہ خوشبو پریا کے پاس آتی تھی۔" وہ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا وہ الجھی اسے کیا ہو رہا تھا اسے سمجھ نہیں آیا لیکن پریا کے نام پر اس کے لب بھینچ گئے۔

"پریا جب میرے پاس آتی یہ خوشبو مجھے پاگل کر دیتی تھی' میں تڑپ تڑپ کر پوچھتا کہ یہ کون سی خوشبو ہے اور وہ کہتی کہ اس نے کوئی خوشبو نہیں لگائی۔ اس خوشبو نے کبھی پریا کو میرا ہونے نہیں دیا اس خوشبو نے... اس خوشبو نے..." وہ خوف زدہ تھا اے سی کی ٹھنڈک میں بھی وہ لمحوں میں پسینے سے تر ہو گیا تھا' وہ منہ کھولے حیرت

سے اسے سن رہی تھی۔

"اللہ..." جب اس کی سمجھ میں اس کی بات آئی تو اس کے لب ہلے تھے۔ اس کا دل تشکر سے بھرا جا رہا تھا اور آنکھیں آنسوؤں سے' وہ حمزہ تھا وہ اس کا حمزہ تھا... اسے اللہ نے اس کا مقدر بنایا تھا' اسے اللہ نے اس کے لیے ہی محفوظ رکھا تھا تو وہ یہ بات تھی جو اسے حمزہ کا ہونے نہیں دے رہی تھی یہ معاملہ تھا جو اسے بے قرار کیے ہوئے تھی۔ ماہ روز سات سال اس کی بیوی رہی تھی' یہ بہت طویل عرصہ تھا بس یہ خیال اسے حمزہ سے دور کر رہا تھا اور وہ خود بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی لیکن اب حمزہ اسے کیا کہہ رہا تھا کچھ ایسا ہی تو ماہ روز نے بھی کہا تھا مگر ماؤف دماغ کے ساتھ وہ ماہ روز کی بات سمجھ نہیں سکی تھی۔

"اسے سب کچھ بھول چکا تھا مگر تمہارے وجود کی وہ خوشبو کبھی نہ بھول سکا۔"

"یہ خوشبو مجھے پریا سے دور کر دیتی تھی وہ اتنی اچھی تھی کہ کبھی شکوہ نہیں کرتی' میں اس کے خلوص کے آگے شرمندہ تو ہو جاتا تھا مگر اس خوشبو سے کبھی لڑ نہ سکا۔ یہ خوشبو... یہ خوشبو تمہارے پاس سے بھی آ رہی ہے۔ پریا کے پاس سے بھی آتی تھی وہ تو استعمال بھی نہیں کرتی تھی اور... اور تم..." وہ خائف سا کھڑا اس کے کنگنوں کو دیکھ رہا تھا' وہ

یک دم آگے بڑھی اور اسے یوں اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا کہ وہ احتجاج بھی نہ کر سکا۔

"یہ میری خوشبو ہے' یہ ماہ روز کے پاس سے نہیں آتی تھی بلکہ یہ ماہ روز اور تمہارے بیچ آتی تھی۔" وہ روتے ہوئے بولی تو وہ چونکا۔ "اس نے تمہیں جھوٹے معبود دیئے اور جھوٹی تدبیریں کرتی رہی تمہیں پانے کی۔" وہ بے تحاشا رو رہی تھی۔

"لیکن میرے معبود برحق نے تمہیں میری تقدیر کر دیا تھا۔" وہ روتے ہوئے اسے بتا رہی تھی کہ وہ کیوں رو رہی ہے' اس کا دل اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہو رہا تھا۔ کتنا بڑا کرم کیا تھا اس کے رب نے اس پر آج تو وہ لاکھوں شکرانے بھی ادا کرتی تو کم تھا اور وہ سن کھڑا رہ گیا تھا' وہ پیچھے ہٹی تھی وہ گم صم تھا۔

"تم میرے حمزہ ہو صرف میرے حمزہ... میں نے ہمیشہ دعائیں شدت سے کیں اور بے پناہ کیں' ہمیشہ تمہارے ساتھ کی دعائیں کہ اللہ تمہیں مجھ سے کبھی دور نہ کرے مگر تم میری زندگی سے چلے گئے مجھے لگا میری دعاؤں میں کمی رہ گئی ہو گی۔تم پھر ملے تو میں حیران ہوئی یہ ناممکن تھا جو ہماری زندگی میں ہمارے ساتھ ہوا مگر اسے ہی معجزے کہتے ہیں اسے ہی رب کی رحمت کہتے ہیں لیکن اپنے رب کی اس رحمت کے بعد بھی میرے

اندر کچھ تشنگی رہ گئی یہ حمزہ میرا نہیں تھا یہ وہ نہیں تھا جسے میں نے بے پناہ چاہا تھا یہ ایک لڑکی کا شوہر رہ چکا ہے۔ یہ میری ناشکری تھی کہ حمزہ کے مل جانے پر یہ معجزہ ہو جانے پر میں اللہ کا شکر تو ادا کر رہی تھی مگر دل میں کوئی پھانس چبھی تھی۔ میں ناشکری تھی حمزہ میں اپنے رب کی رحمت پر بھی اپنا دل بڑا نہیں کر پائی لیکن اس کو میں تم سے شدت کی محبت خیال کر رہی تھی جو یہ برداشت نہیں ہو رہا تھا کہ تم کسی اور کے ساتھ رہے وہ بھی اتنے سال تک اور وہ بھی تمہاری بیوی کے روپ میں گویا شیطان تم پر مسلط کر دیا گیا۔ دیکھو ناں حمزہ! رب کی ایک اور رحمت دیکھو تم اتنے سال اس مالک الملک اس وحدہ لاشریک کے ساتھ شریک ٹھہراتے رہے لیکن جب تم نے اس کی طرف ایک قدم بڑھایا تو اس نے تمہیں تھام لیا اور اس کے بندھے کو دیکھو مجھ ناچیز کو دیکھو تم پورے کے پورے میری طرف آئے اور میں تم سے بے پناہ محبت کا دعویٰ کرنے کے باوجود ایک قدم تمہاری طرف نہ بڑھ سکی۔ میں بری ہوں حمزہ! میں ناشکری ہوں میں بہت بری ہوں حمزہ..بہت ناشکری۔ وہ یک دم پلٹی اور سجدہ شکر میں گر گئی۔

"اللہ تیری اس رحمت پر جتنا شکر کروں کم ہے' بس تو مجھ سے ناراض مت ہونا' مجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھنا۔ مالک اتنے بڑے ناشکرے پن پر مجھے اپنی رحمت

سے دور مت کر دینا' مجھے شکر گزار بنا۔'' وہ دعا مانگ رہی تھی اور وہ لب بھینچے کھڑا تھا' وہ عجیب مشکل میں تھا جن لوگوں کے ساتھ وہ چار سال وریام کپور کی حیثیت سے رہا انہیں اپنا نہ سکا اور جن کا وہ حمزہ تھا وہ لوگ بھی اس کے لیے اجنبی تھے۔

''حمزہ تم ٹھیک ہو؟'' وہ بے چین ہوئی۔

''ہاں۔'' وہ چونکا' وہ اسے دیکھتی رہی۔

''تم ٹھیک نہیں ہو حمزہ' تم ہمارے حمزہ ہو تو مجھ سے جھوٹ مت بولو۔''

''میں کیا کروں' مجھے کیوں قرار نہیں مل رہا جو وریام کپور کی حیثیت سے مجھے ملے وہ میرے اپنے نہیں تھے اور جو حمزہ کے اپنے ہیں وہ بھی مجھے اجنبی لگ رہے ہیں۔ میں اپنا سب کھو چکا ہوں مجھے سمجھ نہیں آرہا میں کیسا رویہ رکھوں سب سے کس طرح ان کے ساتھ رہوں۔ پریا نے مجھے اتنا کچھ یاد کروانے کی کوشش کی مگر مجھے کبھی کچھ یاد نہیں آیا۔ میں ایسے اجنبیت بھرے ماحول میں کیسے رہوں جبکہ یہ اجنبیت صرف میرے اندر ہے۔ مجھے کچھ یاد نہیں میں کیا کروں۔'' وہ بیڈ پر بیٹھ گیا دونوں ہاتھوں سے بالوں کو جکڑے وہ مضطرب تھا۔

''پریا جو تمہیں یاد دلاتی تھی وہ سب جھوٹ تھا تو تمہیں کچھ کیسے یاد آسکتا ہے لیکن

یہاں جو تمہیں یاد دلایا جائے گا وہ سب سچ ہوگا' بالکل سچ۔'' اس نے اس کے برابر میں بیٹھتے ہوئے اس کے بالوں کو چھڑوایا اور اس کا چہرہ اپنی طرف کیا وہ چہرے پر درد لیے اسے دیکھتا رہا۔

''اور اگر تمہیں کچھ یاد نہیں آتا تو تم اتنا پریشان مت ہو' ہم اپنی زندگی کو آج سے شروع کرتے تھے وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں سے تمہیں یاد ہے۔تم وریام کپور ہو تمہیں اللہ نے ہدایت دی تم نے مذہب اسلام قبول کیا اور یہ ہدایت کا راستہ تمہیں میرے لیے ملا ہے اب تم مجھے چاہتے ہو اور مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو سو تمہیں مجھے پرپوز کرنا ہوگا۔'' وہ چونکا اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آگئی۔

''چلو پوچھو مجھ سے۔''

''کیا؟'' وہ گڑبڑایا' تو وہ ہنس دی۔

''کیا تم مجھ سے شادی کرو گے؟''

''کیا تم مجھ سے سچ بولو گی؟'' چند لمحوں بعد کچھ سوچتے ہوئے اس نے کہا تو وہ چونکی۔

''ہاں حمزہ.. میں تم سے ہمیشہ سچ بولوں گی۔''

"پھر تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ حمزہ تمہیں رونمائی میں کیا دینے والا تھا۔" وہ اس کی بات پر سٹپٹائی۔

"کچھ ایسا طے نہیں ہوا تھا تو"...

"تم بھول گئی ہو یا بتانا نہیں چاہتی ہو۔" اس نے ایک ڈبہ اس کی طرف بڑھایا تو وہ ایک بار پھر چونکی' اسے کچھ کلک ہوا اس نے فوراً ڈبہ کا ریپر ہٹایا اسے دیکھا وہ بنا کسی تاثر کے اسے دیکھ رہا تھا اور جب ڈبہ کھلا تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی ایک مینڈک اچھل کر اس کی گود میں آ گرا' اس نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا۔

"الیشبہ نے دیا ہے اس نے کہا حمزہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ وہ اوزگل کو رونمائی میں یہی گفٹ دے گا۔" اوزگل کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں وہ کیسے حمزہ کے بارے میں بات کرتا تھا جیسے وہ کوئی اجنبی ہو' کوئی دوسرا انسان ہو۔

"حمزہ تم ہی ہو۔" مینڈک اچھل کر اوزگل کی گود سے اب حمزہ صہیب کی طرف لپکا۔

"مجھے یاد نہیں۔" اس نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا۔

"یہ تو یاد ہے ناں کہ تم میرے ہو۔" وہ مسکرادی۔

"یہ معلوم ہے کہ میں تمہارا ہوگیا ہوں۔" اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا وہ ہنس دی۔

وہ لفظوں کے ہیر پھیر بخوبی کر رہا تھا' وہ اس کے ہنستے ہوئے چہرے کو نم آنکھوں سے دیکھ رہا تھا وہ ذہنی طور پر اس کے ساتھ نہیں تھا وہ اسے چاہتا تھا لیکن وہ اسے یاد نہیں تھی۔

"حمزہ... تم ماہ روز کو سوچ رہے ہو۔" وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے سکون نہیں مل رہا' میں اس سے محبت نہیں کر سکا کبھی مگر وہ مجھے عزیز بہت ہے' میں ہمیشہ اس کے آگے شرمندہ رہا اور ابھی اس وقت بھی مجھے ہنستے ہوئے خوش ہوتے ہوئے گلٹ محسوس ہو رہا ہے کیونکہ میں اپنے لیے اس کی شدتوں سے واقف ہوں مجھے بہت عجیب فیل ہو رہا ہے اس پل اس کے بغیر۔" وہ جھجک کر رکا وہ یقینا برا مان گئی تھی تبھی اسے بے حد عجیب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"آئی ایم سوری' تمہیں برا لگا۔" اس کے چہرے پر تکلیف پھیل گئی۔ "شاید یہ سب اس لیے ہو رہا ہے کہ میں جانتا ہوں میرے علاوہ اس کا کوئی نہیں ہے کوئی بھی نہیں۔" وہ اسے یا پھر خود کو ہی دلاسہ دے رہا تھا' اس نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"اگر تم یہ نہیں کہتے ایسا نہیں سوچتے تو میں تمہیں حمزہ ماننے سے انکار کر دیتی کیونکہ ایک

حادثے میں انسان اپنی یادداشت کھوسکتا ہے مگر اپنی فطرت نہیں اور میرا حمزہ تو کسی چیونٹی کو بھی تکلیف میں دیکھ کر خوش نہیں ہوسکتا تھا پھر وہ تو ایک انسان ہے' چلو اٹھو۔" وہ چونکا۔

"کہاں؟"

"ماہ روز کو لینے جارہے ہیں ہم۔" وہ اس کا ہاتھ تھام کر کھڑی ہوئی۔

"مگر بڑی تائی اور..." وہ کھڑا ہوا۔

"ان کی تم فکر مت کرو۔" وہ اسے باہر لے آئی چند منٹ بعد وہ لوگ اس ہوٹل کی جانب رواں دواں تھے جہاں ماہ رخ تھی۔

"سنو۔" وہ ڈرائیونگ سیٹ پر تھی اور وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا بغور اسے دیکھتا ہوا بولا تو اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"یہ ماتھا پٹی اتار دو' تمہیں درد ہورہا ہوگا آئی من سر دکھ رہا ہوگا۔" اس نے کہا تو وہ بے اختیار ہنس دی۔

"اللہ رے اللہ' میرے حمزہ کو کتنی دیر بعد میرا خیال آیا ہے۔" وہ بنا کچھ بولے بے چارگی سے اسے دیکھتا رہا' وہ اس کا تھا تو اس کا ہی رہنا چاہتا تھا مگر... ہوٹل پہنچ کر وہ

سیدھا اپنے روم کی طرف بڑھتا چلا گیا وہ اس کے پیچھے پیچھے تھی پر کئی نظریں حیرت بھری اٹھتے دیکھ کر اسے خیال آیا کہ وہ برائیڈل سوٹ میں ہے۔ اسے کم از کم چینج تو کرلینا تھا لیکن حمزہ کے موبائل پر ماہ روز کی کال آتی دیکھ کر اسے یہ یاد نہ رہا۔ ماہ روز سے کچھ بعید نہ تھی وہ حمزہ سے جتنی شدید محبت کرتی تھی اس کے بعد وہ خود کو مارنے کی کوشش بھی کرسکتی تھی۔ وہ حمزہ کو اس لیے یہاں لے آئی کہ ماہ روز کی ایسی کسی بھی بے وقوفی کے لیے حمزہ کہیں خود کو قصوروار نہ سمجھے اسے ماہ روز کی زندگی موت سے کوئی سروکار نہ تھا لیکن فی الحال حمزہ کی وہ سب ہی کچھ تھی۔

"پریا..." روم کا دروازہ کھولتے ہی حمزہ کی چیخ نکلی تھی' وہ نیچے کارپٹ پر پڑی ماہ روز کی طرف دوڑتا ہوا بڑھا تھا وہ ادھ کھلی آنکھوں سے حمزہ کو ہی دیکھ رہی تھی اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔

"پریا تم..." اس نے اس کا گال تھپتھپایا۔

"ماہ روز۔" وہ بمشکل بولی وہ چونکا۔ "میں مسلمان ہوں حمزہ"...

"یہ... تمہیں کیا ہوا؟" وہ اٹک اٹک کر بولا۔ اس کے بدترین خدشے سچ ثابت ہوئے' ماہ روز نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔

"اوزگل..." اس نے پکارا تو وہ جو دروازے پر رکی تھی فوراً اس کی طرف آئی۔

"میں نے خودکشی کرنے کی کوشش نہیں کی' بس میرے سر میں درد ہے۔"

"یہ کیسا درد ہے؟" وہ حیران ہوئی اس کا چہرہ تکلیف کی شدت سے مسخ ہوا جارہا تھا حمزہ نے اسے اٹھا کر اوپر بیڈ پر لیٹایا ماہ روز کی تڑپ دیکھی نہ گئی۔

"کیا انہیں کوئی بیماری ہے؟" اس نے پوچھا تو حمزہ نے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ "انہیں فوراً ہسپتال لے جانا ہوگا۔"

"یہاں... سائیڈ... پرس... دوائی..." ماہ روز بمشکل بول پائی اور پرس سے نکلنے والی دوائی دیکھ کر اوزگل حیران رہ گئی' ماہ روز کو برین ٹیومر تھا۔

"برین ٹیومر ہے انہیں۔" اوزگل نے کہا تو حمزہ بری طرح چونکا' اوزگل نے اسے دوائی دی۔

"کچھ دیر بعد انہیں درد کم ہوگا تو آرام آجائے گا مگر آپ کو ان کا مکمل علاج کروانا ہوگا۔"

"تمہیں برین ٹیومر تھا اور تم نے مجھے کبھی بتایا ہی نہیں۔" وہ حیران ہوکر بولا' ماہ روز کی آنکھیں دھیرے دھیرے بند ہوتی گئیں اوزگل ایزی چیئر پر بیٹھ گئی۔ چار گھنٹے

گزرنے پر بھی وہ جب اسی پوزیشن میں بیٹھا رہا تب وہ اٹھی۔

"حمزہ' تم آرام کرلو وہ سو رہی ہے۔"

"میں اسے اپنے ساتھ اس گھر میں لے چلوں تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا ناں۔"

"اعتراض کیوں ہوگا حمزہ۔" وہ دکھ سے مسکرائی' وہ بھلے اس لڑکی سے کتنی بھی نفرت کرلیتی مگر فی الحال تو حمزہ صرف اسے ہی جانتا تھا باقی سب اس کے لیے اجنبی تھے۔ وہ وقت گزر گیا تھا جب اس کے لیے اوزگل کے آگے کسی کی اہمیت نہ تھی' ایک وقت تھا کہ اس نے عشنا خان کو اوزگل کے لیے ٹھکرایا تھا اس کے لیے اس نے جان کی قربانی تک دی تھی اور اب یہ وقت تھا جو اوزگل سے قربانی مانگ رہا تھا اسے حمزہ کے لیے ماہ روز جیسی قابل نفرت لڑکی کو اپنانا تھا۔

****

"ماہ روز۔" صبح تک ایک عجیب احساس میں گھرے حمزہ صہیب نے اسے پکارا مگر وہ شاکڈ رہ گیا' وہ اس کی آواز سننے کے لیے اس دنیا میں نہیں تھی۔

"ماہ روز..." اس نے تڑپ کر اسے جھنجھوڑا تو کچھ ہی دیر قبل سوئی اوزگل کی جھٹکے سے آنکھیں کھلی تھیں۔

"ماہ روز..." وہ تیزی سے اٹھ کر ان کے قریب آئی اور بُت بنی کھڑی رہ گئی۔

"تم... تم ایسا نہیں کرسکتی ہو میرے ساتھ' ماہ روز اٹھو۔" حمزہ صہیب نے پھر سے اسے جھنجھوڑا تو وہ چونکی۔

"حمزہ ایسا مت کرو اسے تکلیف ہوگی۔"

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے نہ تم ہماری زندگی میں آتی نہ یہ سب کچھ ہوتا۔" وہ جو فون کی طرف بڑھ رہی تھی جھٹکا کھا کر پلٹی۔

"حمزہ...!" وہ بے یقینی سے اسے دیکھنے لگی۔ "حمزہ میں نے... میں نے کیا...؟"

"اوہ جسٹ شٹ اپ' تم اس وقت میری آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔" وہ سرد لہجے میں بولا تو وہ تیزی سے پلٹ گئی کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اس کے آنسو خود بخود گالوں پر پھسل رہے تھے۔ ماہ روز کی خواہش پوری ہوئی وہ حمزہ صہیب کی بانہوں میں مرجانا چاہتی تھی وہ مر گئی' وہ ہمیشہ کہتی تھی۔

"تم مجھ سے کبھی خفا بھی ہوئے تو میں مر جاؤں گی۔" اپنا کہا سچ کرتی وہ اسے ہر مشکل سے آزاد کر گئی تھی۔ وہ اسے آزاد نہیں کر گئی تھی بلکہ وہ اسے خود سے باندھ گئی تھی وہ گم صم ہوگیا۔ بڑی تائی سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی تھی وہ اوزگل کو اسے

سنبھالنے کے لیے کہتی تھیں وہ اسے تب سنبھالتی جب وہ سنبھلنا چاہتا۔ وہ اوزگل کو اپنے سامنے دیکھنا نہیں چاہتا تھا' وہ اسے ماہ روز کی قاتل لگنے لگی تھی۔ اس کے لیے مرنے لگا تھا اور اوزگل اسے تو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ حمزہ کو واپس کیسے لائے؟ کیسے سمجھائے کہ ماہ روز اس کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے پاگل پن سے مری ہے۔ اسے ٹیومر اوزگل سے ملنے کے بعد نہیں پہلے ہوا تھا' وہ اپنے احساس جرم کے سبب اس بیماری میں مبتلا ہوئی تھی؟ وہ حمزہ کو نہیں سمجھا پارہی تھی الیشبہ اور ملیحہ کی کوششیں بھی ناکام ٹھہری' بڑی تائی مایوسی ہوگئی تھیں' دو ماہ ہوگئے تھے ماہ روز کو ان کی زندگی سے گئے مگر حمزہ صہیب کے لیے وقت ٹھہر گیا تھا۔ ماہ روز کا سر ابھی تک اس کی گود میں تھا' وہ اس پل سے ابھی تک باہر نہیں آیا تھا۔حمزہ کتنے دن اپنے اور اس کے مشترکہ کمرے میں نہ آیا تو اس نے اس کمرے میں اپنا تمام سامان اپنے پرانے کمرے میں منتقل کرلیا کیونکہ وہ حمزہ کو کسی مشکل میں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"اوزگل کچھ کرو' حمزہ کو اس مشکل سے باہر نکالو۔" ملیحہ نے کہا تو وہ اسے دیکھے بغیر ٹی وی آن کرکے چینل سرچ کرنے لگی اور پھر یک دم اس کا ہاتھ رکا وہ ایک مذہبی چینل تھا' اس کا پسندیدہ چینل۔ اس کی ساری مذہبی معلوم اسی چینل کے سبب تھی' وہ

کافی دیر چینل دیکھتی رہی اور پھر وہ چونک کر اٹھی اور سیدھی حمزہ کے کمرے کی طرف گئی' جہاں وہ مایوس اور سوگ میں تھا۔ اسے دیکھ کر وہ چونکا ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے وہ پندرہ دن بعد اسے دیکھ رہا تھا اور یہ اوزگل کی وجہ سے تھا وہ ہی اس کے سامنے نہیں آتی تھی کیونکہ وہ اسے ماہ روز کی تکلیف دیتی یادوں کے ساتھ دیکھ بھی لیتی تو اس کی آنکھوں میں اپنے لیے اجنبیت دیکھنا اسے گوار نہیں تھا۔

''چلو...'' ایک چھوٹے سے سوٹ کیس میں اس کے دو سوٹ کے ساتھ اس کی ضرورت کا ہر سامان رکھ کر وہ اس کی طرف مڑی وہ جو حیرت سے اپنی چیزوں کو پیک ہوتے دیکھ رہا تھا چونکا۔

''کہاں؟'' وہ کھڑا ہوا۔

''ہر وقت ماتم کرنے سے بہتر ہے تم اس کی مغفرت کے لیے کچھ کرو۔'' وہ اسے اسی مذہبی جماعت کے مین مرکز میں لے آئی۔

''جاؤ۔'' اس نے اس کی طرف دیکھا۔ ''یہاں تمام مرد حضرات ہوتے ہیں اور عورتوں سے بات نہیں کرتے۔'' وہ اتر گیا لیکن وہ ہچکچاہٹ بھرے انداز میں اس عمارت کو دیکھ رہا تھا۔

''حمزہ یہاں ہر ماہ ایک اجتماع ہوتا تھا اور تم اپنی تمام مصروفیات کو چھوڑ کر اس میں شرکت کرتے تھے۔'' وہ لب بھینچ کر رہ گیا' اس نے قدم اس عمارت کی طرف بڑھائے اوزگل اسے دیکھتی رہی عمارت کے دروازے پر پہنچ کر اس نے اوزگل کی طرف پلٹ کر دیکھا' وہ افسردگی سے مسکرائی اور گاڑی آگے بڑھا لے گی۔

''السلام علیکم!'' وہ شش و پنج میں کھڑا تھا تبھی ایک سفید قمیص شلوار میں ملبوس نوجوان اس کی طرف آیا اور اسے اس دنیا میں لے گیا جس میں پہنچ کر وہ ماہ روز کو یکسر بھول گیا' جہاں پر ہر قدم پر اسے ماہ روز سے نفرت ہوتی رہی۔ اوزگل نے کہا وہ یہاں آتا رہتا تھا' کتنا بڑا ظلم کیا تھا ماہ روز نے اس پر' اس نے اس سے اس کا رب چھین لیا تھا' اس کا مالک چھین لیا تھا' اس کا ہادی' خالق اور اللہ چھین لیا تھا اور اس کے لیے وہ ماہ روز کو کبھی معاف نہیں کرے گا وہ اس جگہ کو بھول گیا تھا لیکن اسے یہاں لمحہ بھر کو بھی اجنبیت نہیں ہوئی تھی۔سب کے لیے وہ ان کا اسلامی بھائی تھا' پیچھے وہ کیا تھا اس کے ساتھ کیا ہو چکا تھا انہیں کوئی تجسس نہ تھا۔ دو تین دن بعد بڑی تائی اسے کال کر لیتی تھیں اسے یہاں چھ ماہ ہو گئے مگر وہ واپس اب تک نہ گیا تھا' اسے گھر سے ہچکچاہٹ ہو رہی تھی۔ اوزگل سے اسے شرمندگی ہو رہی تھی۔ اس نے اوزگل کو ماہ روز

کے غم میں نظر انداز کیا تھا' غلط کیا تھا۔

اوزگل اس کی زندگی میں آتی کئی بار اس نے یہ چاہا تھا' برا چاہتا تھا اگر اوزگل اس کی زندگی میں نہ آتی تو وہ اندھیرے میں جیتا اسی اندھیروں میں مر جاتا اور پھر... پھر اسی سیاہ اندھیروں میں اس کی دائم رہنے والی زندگی گزرتی۔ یہ اوزگل تھی جو اسے دنیا میں ہی روشنی میں لے آئی اور وہ اس سے ہی رخ پھیر گیا اسے ہی الزام دیتا' اس کو ہی ہرٹ کرتا رہا ہاں... وہ ہی غلط تھا اور غلط کرتا رہا اور اب اوزگل کا سامنا مشکل تھا لیکن نہ ممکن تو نہیں۔

****

''حمزہ۔'' آٹھ ماہ بعد اسے اپنے سامنے دیکھ کر بڑی تائی کھل اٹھی تھیں۔ وہ بدل گیا یہ اس کے ظاہر سے ہی ظاہر تھا' الیشبہ ملیحہ بمعہ سسرال آگئیں خاندان کے قریبی لوگ بھی ملنے چلے آئے' وہ خوش اخلاق تو ہمیشہ سے تھا لیکن اب تو وہ اجنبیوں سے گھلنا ملنا بھی سیکھ آیا تھا سو اتنی اجنبیت اب نہ رہی تھی جو اس کے یادیں کھو جانے پر اسے اپنے اور خاندان کے بیچ موجود ہونے لگی تھی۔ ڈسکس کرنے کے لیے صرف ماضی نہیں ہوتا حال اور مستقبل بھی ہوتا ہے اس نے جان لیا تھا وہ حمزہ نہیں تھا وہ وریام کپور

تھا جس نے ابھی اسلام قبول کیا تھا۔ ابھی تو وہ ان کی زندگی میں داخل ہوا تھا۔ خاندان میں سب اچھے تھے کسی نے بھی اس سے کبھی ماہ روز کے متعلق بات نہیں کی' یہ ان سب نے آپس میں ہی طے کیا تھا اور اس بات پر ہمیشہ سے قائم تھے۔

سب رات گئے تک رہے وہ ان سب کے ساتھ خوش رہا' سب کے جانے کے بعد اسے اوزگل نہیں ملی' وہ اگر ناراض تھی تو شاید صحیح تھی وہ اپنے کمرے میں آ گیا۔ پوری کوشش کے باوجود وہ بڑی تائی سے اوزگل کے بارے میں پوچھنے کی ہمت نہ کرسکا' نیند تو اسے کیا آتی لیکن وہ تہجد کی نماز کے لیے آنکھوں کو زبردستی بھینچ کر لیٹ گیا وہ غنودگی میں ہی تھا تب آہستہ سے دروازہ کھلا اور کوئی دبے قدموں چلتا اندر آیا اس نے چونک کر آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹایا وہ اوزگل تھی' اس کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ وہ ''بھیجی'' گئی ہے یقینا بھیجنے والی بڑی تائی تھیں اسے ان پر پیار آیا' وہ اٹھ بیٹھا وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔

''تھینک یو اوزگل۔'' وہ چونکی وہ بیڈ سے اتر کر اس کے نزدیک آنے لگا۔ ''تم نے مجھے اس جگہ بھیجا۔'' وہ رخ پھیر گئی۔

''وہاں میں نے اپنی' ماہ روز کی اور تمہاری حقیقت کو اچھی طرح جان لیا ہے۔'' اس

بار اس نے چونک کر اسے دیکھا۔ ”وہاں مجھے سمجھ آ گیا کہ ماہ روز نے میرے ساتھ کیا کیا اور تم نے میرے ساتھ کیا کیا۔“ وہ قدم قدم فاصلہ کم کر رہا تھا۔

”مجھے کچھ یاد آئے اب اس کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ میں جان گیا ہوں میں تم سے کتنا بھی بھاگوں‘ دور جانے کی کتنی بھی کوشش کروں سب فضول ہے تم ہی میرا نصیب ہو۔“ اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا‘ اوزگل کی آنکھوں میں نمی تھی۔

”تم اول سے مجھ سے جوڑ دی گئی ہو۔“ اوزگل کی آنکھ کا آنسو گال پر پھسلا‘ حمزہ صہیب نے اپنی شہادت کی انگلی اس آنسو پر رکھ دی۔

”آئی ایم سوری اوزگل۔“ وہ نہ چاہتے ہوئے رو رہی تھی وہ لبوں کو کاٹ کر رہ گیا۔

”میں نے تمہیں دکھ دیا‘ میں نے تمہیں ہرٹ کیا لیکن آئندہ تمہاری آنکھوں میں میری وجہ سے کبھی آنسو نہیں ہوں گے کیونکہ...“ آہستہ سے آگے بڑھا اور اس کا سر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے وہ دھیرے سے بولا جسے سن کر اوزگل کے آنسو منجمد ہو گئے اس سے اگر کوئی گلے شکوے تھے تو وہ یکلخت گم ہو گئے‘ رہ گئی محبت جو اسے حمزہ صہیب سے بے پناہ تھی۔ اب شکوے شکایتوں کا کوئی فائدہ تھا نہ ہی خفا رہنے کی ضرورت۔ جو ہوا وہ گزر چکا جو ہو گا وہ اچھا ہو گا اس کا اسے یقین آ گیا کہ اب اس کی

آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں ہوں گے کیونکہ حمزہ نے اپنی یادیں کھوئی تھیں عادتیں نہیں اور اسے خوش رکھنا اب حمزہ کی ذمہ داری تھی جسے وہ اچھی طرح نبھائے گا۔ اوزگل نے یقین کر لیا اس کا جو حمزہ صہیب نے کہا تھا کہ ”تم میری جان ہو۔“

ختم شد